رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے (عہ)

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی ایک حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ۱/۲ اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے

جلد (۵) | بابت ماہ جون ۱۹۱۹ء | نمبر (۶)

فہرست مضامین

(۱) شذرات ... صفحہ ۲۴۱

(۲) ترجمہ صحیح بخاری شریف .. صفحہ ۲۴۵

(۳) الہام ایک فیض ربوبیت ہے .. صفحہ ۲۵۱

(۴) مقصد زندگی ... صفحہ ۲۵۷

(۵) حضرت محمد (صلعم) کا عہد مدینہ ... صفحہ ۲۶۰

(۶) خدا کی وحدانیت ... صفحہ ۲۶۸

(۷) قرآن شریف میں نوح کا تذکرہ ... صفحہ ۲۷۱

(۸) مذہب کی غرض و غایت اور اس کا نچوڑ ... صفحہ ۲۷۳

(۹) دہریوں کیلئے دلچسپ مطالعہ (الف) صفحہ ۲۸۱

(۱۰) دہریوں کے لئے دلچسپ مطالعہ (ب) صفحہ ۲۸۳

(۱۱) عمل میں آزادی صفحہ ۲۸۶

ووکنگ مسلم مشن

ناظرین کرام ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں سے خوب واقف ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے۔ کہ اسکو گذشتہ سالوں میں ہر قسم کی نصرت و کامیابی ہوئی۔ اس مشن کو قائم ہوئے اب چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اس چھ سال کے عرصہ میں نہ صرف اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف ہو گئی ہے۔ کہ جس کیلئے کام پر اگر تیس سال بھی لگ جاتے تو بہت نہ تھے۔ بلکہ ایک خاصی بڑی قابل و اہل قلم نومسلمین کی جماعت پیدا ہو گئی ہے لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ "اسلامک ریویو" انگریزی جس کے ذریعہ سے یہ تبلیغ اسوقت ہو رہی ہے۔ اسکا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہو رہا ہے اسطرف موجودہ حالات کے ماتحت یورپ میں ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے۔ اخراجات طبع و کاغذ میں بھی قیمت کا کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ اسلئے اشاعت اسلام کے پاک مقصد سے جو ہمدردی رکھتے ہیں۔ وہ اسوقت مشن کی امداد کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ وگرنہ ان کی عدم توجہ سے مشن مذکور کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے +

بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ مندرجہ ذیل طریقوں سے اسوقت مشن مذکورہ کی اعانت فرما سکتے ہیں:۔

۱۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا انگریزی دان احباب میں اور اردو دان احباب میں اردو ترجمہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ کیونکہ انہی رسالوں کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے۔ اور کم از کم ازراہ کرم تین جدید خریدار ہر ایک خریدار عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

۲۔ اپنے اپنے شہر کے معزز و ذی اثر مسلم احباب کی خدمت میں اس مشن کی مالی اعانت کیلئے تحریک فرمائیں +

۳۔ اپنے حلقہ اثر میں یورپ میں مفت رسالہ "اسلامک ریویو" کی تقسیم کرانیکے لئے تحریک فرمائیں۔ اور جو تبلیغ اسلام کے شیدائی پانچ روپیہ ہمیں مرحمت فرمائیں۔ تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت بطور تبلیغ تقسیم کرینگے +

کسی قدر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ سالانہ وی۔ پی پر رسالہ "اشاعت اسلام" کے پانچصد کے قریب خریداران نے وی۔ پی لینے سے انکار کر دیا ہے بعض وقت بانڈ ور ایسا ہوتا ہے۔ کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہو جاتا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اسطرح رسالہ کا انکار کس قدر عظیم اثر اشاعت اسلام کے کام پر ڈالتا ہے۔ بہر حال اشاعت اسلام کے خریداران کا اسوقت فرض ہے۔ کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے کم از کم تین جدید خریدار فراہم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

خاکسار خواجہ عبد الغنی مینجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۵) بابت ماہ جون ۱۹۱۹ء نمبر (۶)

شذرات

ناظرین کرام کے لئے یہ خبر نہایت ہی مسرت آمیز ہوگی۔ کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری گذشتہ ۲۶ مئی ۱۹۱۹ء بروز بخیریت لاہور پہنچ گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے۔ کہ آپ کی علالت چنداں تشویشناک نہیں حضرت خواجہ صاحب موصوف چند ماہ کے لئے شملہ تشریف لیگئے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین کرام ان کی صحت کیلئے دعا فرماکر عنداللہ ماجور ہونگے۔ تا کہ آپ پھر بہت جلد تبلیغ اسلام کے اہم کام کو سرانجام دینے کے قابل ہوسکیں +

گذشتہ نمبر میں یہ شائع کیا جاچکا ہے کہ جناب مسٹر مارمیڈیوک پکتھال صاحب حضرت خواجہ صاحب کی قائم مقامی فرما رہے ہیں۔ اب حضرت خواجہ صاحب کی زبانی ہمیں یہ سنکر از حد مسرت حاصل ہوئی ہے کہ جناب مسٹر مارمیڈیوک پکتھال صاحب موصوف مشن کے کاروبار کو نہایت محبت۔ عشق و حقیقی تڑپ اسلام محمدیت۔ جانفشانی اور خوش اسلوبی سے انجام فرما رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ہمارے

فاضل مسلم ہندوستانی بھائی و نومسلم برادران بھی ہاتھ بٹانے میں ساعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی عدم موجودگی میں محبت، یکجہتی، اتفاق و ایثار سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین +

اُمید واثق ہے کہ حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب بی اے۔ بی ٹی بھی چند ایام تک معہ چند رفقا کے عازم ووکنگ ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ان مجاہدانِ اسلام کو اپنے نیک ارادہ میں کامیاب کرے۔ اور اپنے حفظ امن سے بخیریت ووکنگ پہنچائے +

گذشتہ جنگ نے اسلام کی دلفریب۔ "اٹل" اور ربانی تعلیمات کا سکہ یوروپین قلوب میں جما دیا ہے۔ اور گذشتہ کے تلخ تجربات نے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچا دی ہے۔ کہ اسلام ہی سراسر امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔ یورپ میں اس وقت بہت سے متلاشیان حق دو ہزار سال کے ناکام مذہب سے بیزار ہو کر صداقت و حقانیت کی جستجو میں حیران و پریشان ہیں۔ سو اس موجودہ وقت میں اسلام کے شیدائوں و نام لیوائوں کا سب سے اہم فرض یہ ہے۔ کہ ان متلاشیان حق کی روحانی پیاس کو بجھانے کا کافی سامان مہیا کریں۔ یہ وقت ہے کہ سکانِ اسلام ان تشنگان کو آبِ زلال (یعنی اسلام) سے تسکین و اطمینان بخشیں۔ اور کثرت سے اسلامی لٹریچر ان تشنگان و متلاشیانِ حق و صداقت میں تقسیم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اس وقت سب سے کامیاب ذریعہ تبلیغ اسلام کا اسلامک ریویو کی مفت اشاعت ہی ثابت ہو رہی ہے +

مُسلم مشن ووکنگ نے بہت سے ٹریکٹ و کتب اسلامک ریویو کے علاوہ علیحدہ بھی شائع کئے ہیں جو تبلیغی کام میں بہت ہی مفید ثابت ہوئے ہیں۔ ان ٹریکٹوں و کُتب میں عامہ مسائل اسلام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہمارا ارادہ ہے۔ کہ اس سب علمی ذخیرہ کو اردو معلّے کا جامہ پہنا کر اسکی قدر و قیمت اُردو دان احباب پر بھی منکشف کیجائے۔ ماتوفیقی الا باللہ +

اخبارات و رسائل کی عدم وصولی کی جائز و ناجائز شکایات کا نشانہ اخبارات و رسائل کے

دفاتر کے کارکنان و منیجران اکثر تبدیل ہی رہتے ہیں۔ اور دفتر ہذا بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھا لیکن منیجر رسالہ و کارکنان دفتر کی مسلسل توجہ و جدوجہد سے جہاں شکایات عدم وصولی کی اوسط دس یا پندرہ فیصدی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ یہ نقص قریباً قریباً رفع ہو رہا ہے۔ اور شکایات کی اوسط بہت ہی قلیل رہ گئی ہے۔ اور اب بجائے شکایات کے تحسین و آفرین کے خطوط آرہے ہیں۔ جو کہ کارکنان دفتر کی حوصلہ افزائی کے موجب ہیں۔ چنانچہ ہمارے ایک ہی خواہ رسالہ اسلامک ریویو اپنے ۴ مئی ۱۹۱۹ء کے گرامی نامہ انگریزی زبان میں رقمطراز ہیں ذیل میں ناظرین کرام کے لئے اس کا اردو ترجمہ دیا جاتا ہے۔

خریدار ۱۷

جیسور

بنگال

مورخہ ۴ مئی ۱۹۱۹ء

پیارے جناب (منیجر صاحب

مہربانی فرماکر مجھے اجازت دیجائے۔ کہ میں آپ کے دفتر کے تسلی بخش اور نہایت ہی اعلیٰ معقول انتظام پر آپ کو مبارکباد دوں۔ مجھے یہ بات آپ پر ظاہر کرنے میں نہایت ہی مسرت ہوتی ہے۔ کہ آپ کا رسالہ اسلامک ریویو میرے پاس نہایت ہی باقاعدہ پہنچ رہا ہے۔ حال ہی میں بینتو وپور سے تبدیل ہوگیا ہوں۔ اسلئے آیندہ آپ مہربانی فرماکر اسلامک ریویو کی کاپی مندرجہ بالا پتہ پر ارسال فرماکر ممنون فرمایا کریں۔ و نیز مسلم مشن ووکنگ کی نصرت و کامیابی کے لئے تہ دل سے دست بدعا ہوں۔

آپ کا مخلص

شمس الدین احمد سیسٹنٹ سٹلمنٹ آفسر

کاغذ کی گرانی بدستور ہے۔ چنانچہ گذشتہ نمبر میں ہمیں بھی کاغذ کے سٹاک کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اعلیٰ ڈمی کاغذ کی بجائے سری رامپوری کاغذ ہی استعمال کرنا پڑا۔ اگر ہمارے بہی خواہ احباب کے متمنی ہیں۔ کہ اس قسم کا اعلیٰ لٹریچر ان کی خدمت میں صاف ستھرے اعلیٰ کاغذ پر حاضر ہو۔ تو

ازراہ کرم للہ سعی بلیغ فرماکر اپنے حلقہ اثر میں جتنے بھی جدید خریدار ممکن ہوں فراہم فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ رسائل و میگزین و اخبارات کی ہستی۔ دوام و قیام کا حصر بہت حد تک رسالہ کے بہی خواہان کی توجہ و ہمت پر ہی ہوتا ہے۔ رسالہ ہذا کے اجرا کے اغراض و مقاصد تو نہایت ہی اہم ہیں۔ اسلئے ناظرین کرام کو انفرادی طور پر اسکی توسیع اشاعت کی طرف اپنی گرامی توجہ مبذول فرمانی چاہئے +

درس قرآن ناظرین کرام کو علم ہوگا۔ کہ حضرت خواجہ صاحب نے قرآن کریم کا درس شروع فرمایا ہوا تھا لیکن آپ کی علالت طبع کی وجہ سے ہمیں افسوس ہے کہ قرآن کریم کے درس کا سلسلہ انگلستان میں جاری نہیں رہ سکا۔ درس کے طلاب کو مطلع کیا جاویگا۔ جبکہ اس درس کا سلسلہ دوبارہ جاری ہوگا +

نماز جمعہ و خطبہ ہر جمعہ کو ½ ۱ بجے شام لندن مسلم نماز گاہ میں نماز جمعہ و خطبہ ہوتا ہے

نماز۔ خطبہ۔ لیکچر ہر اتوار کو مسلم نماز گاہ بمقام ۱۱۱ کیمپڈن ہل روڈ۔ ناٹنگ ہل گیٹ۔ ڈبلیو ۱۵-۳ بجے ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح مسجد ووکنگ میں یہ سلسلہ ہر اتوار کو ۱۵-۳ شام کو جاری رہتا ہے +

مسجد ووکنگ میں اتوار کی تقاریر کا سلسلہ برابر جاری ہے اور ملک عبدالقیوم صاحب بی اے برابر ہر اتوار لیکچر فرماتے ہیں +

۱۶۔ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء کو لندن مسلم نماز گاہ میں رائٹ آنریبل جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہم نے "دو عظیم ایام" پر لیکچر فرمایا۔ اور ۲۰۔ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر الیس۔ ایچ رضا صاحب نے لیکچر فرمایا۔ یہ ہر دو لیکچر گذشتہ رسالہ میں اندراج ہونے سے رہ گئے تھے +

ترجمہ صحیح بخاری شریف

ہمارے ناظرین کرام کو یاد ہوگا کہ ہم نے اپنے رسول پاک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال کا جو صحیح بخاری میں جمع ہیں ترجمہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ ہمیں ان متبرک الفاظ کو جو پیغمبر اسلام کی زبان سے نکلے صحیح اور معتبر طریق سے محفوظ رکھنے کی ضرورت اور اہمیت ایسے یورپین اصحاب پر ظاہر کرنے کی حاجت نہیں جو آپ کے پیش کردہ مذہب کی نسبت اب یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت متخیلہ کی تراشیدہ چند خیالی اصول نہیں بلکہ وہ مذہب ایک ضابطہ الٰہی ہے جو کہ انسانی روح کی اعلےٰ سے اعلےٰ خواہشات کو ہر پہلو سے پورا کرتا ہے۔ اس قسم کے اشخاص کے نزدیک رسول اکرم کا ہر ایک قول و فعل نیا رنگ اور نئے معنے رکھتا ہے اس کے دو وجوہ ہیں۔ اول تو حضور صلعم کے خصائل ہی بحیثیت انسان ہونے کے ایسے ہیں جو آپ کے اقوال کے مطالعہ کرنیوالوں کو معتقد بنا لیتے ہیں۔ آپ کی باتیں سننا گویا ان کلمات کا سننا ہے جو علم الٰہی کے سرچشمہ سے نکل کر انسان کی زبان سے نکلے ہوں۔ ان سے ایک وسیع اور ہمدردانہ روح پھونکی جاتی ہے۔ ان کا اثر ہر ایک انسان کے دل پر اور اس کی روزانہ زندگی میں ہر قدم پر ہوتا ہے۔ دوسری بہت بڑی وجہ آپ کے اقوال کی قبولیت کی جو مجموعہ ہدایات ہیں یہ ہے کہ آپ کی زندگی بحیثیت ایک تاریخی انسان کے ایک خاص دلچسپی رکھتی ہے۔ کیونکہ حضرت محمد صلعم دیگر بڑے بڑے انسانی معلمین کے مقابلہ میں اس بارے میں سبقت لے گئے ہیں کہ ان کے لکھے کہا تابعین علیہم السلام نے ان کے زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہر ایک لفظ کو ایک بیش بہا خزانہ خیال کیا ہے اور اسے محفوظ رکھا ہے حضور صلعم کی بڑی خوشی اور کامیابی اسمیں ہے کہ آپ خدا کیطرف سے ایسا پیغام لائے جس کی صحت۔ خوبی اور شان سائنسدانوں اور منطقیوں کے سخت سے سخت امتحان میں بھی پوری اتری ہے۔ اور روحانی کمال کو حد درجہ کی کامیابی تک پہنچانے کے لئے ایسی زندگی بسر کرنی ضروری تھی جو آپ نے کی حضرت رسول الکریم صلعم

ان تاریخی انسانوں میں سے ایک ہیں جن کے متعلق جس قدر کہ زیادہ نقطہ چینی اور پرچول کی جائے اتنی ہی زیادہ وہ روشن اور کشش کرنیوالے نظر آتے ہیں۔ آپ کی زندگی کی خفیف سے خفیف باتیں بھی بڑی احتیاط سے قلمبند کی گئی ہیں۔ اور پشت در پشت سلسلہ وار چلی آتی ہیں۔ یہ ایک تو آپ کی روح کی صفائی کی دلیل ہیں۔ اور دوسرا آپ کے پیغام یعنے قرآن مجید کی زندہ تفسیر ہیں +

قرآن مجید کا اعلٰے مقصد تو اُسی وقت پُورا ہو گیا جبکہ اس کے لانیوالے ؑ نے خود اس کے احکام کی خوبی اور اسکے فائدہ کو اپنے چلن اور اپنے افعال واقوال سے مختلف طور پر صاف واضح کر دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کو زندہ اور قابل عمل ضابطہ کہلانے کا حق ہے گویا ہمارے پاس علم الٰہی کا ایک مکمل ذخیرہ موجود ہے۔ جو انسانی زندگی کے ہر ایسے موقعہ پر کامیابی کے ساتھ برتا جا سکتا ہے۔ جہانتک رہنمائی کے لئے راستی کی ضرورت ہو۔ اور ہمارے روزمرہ کے تجربہ سے اسکی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ ہمارے زمانہ کے انسانی وضع کردہ قوانین تب تک مکمل اور درست خیال نہیں کیئے جاتے جب تک ان کے ساتھ ایک فہرست ان مقدمات وحالات کی نہ ہو جس سے بخوبی ظاہر ہو کہ یہ قوانین مفید ثابت ہوئے ہیں۔ مگر ہمارے رسُول پاک کی زندگی ایسی ہے جس سے قرآن شریف کے احکام کا نہایت عمدہ طور پر مطلب ظاہر ہوتا ہے حضرت محمد صلعم کی زندگی کا یہ پہلو کہ آپؐ اس تعلیم کے لحاظ سے جو آپؐ کے زمانہ میں رائج تھی بالکل اُمّی تھے نہایت ہی دلچسپ نظر آتا ہے لیکن باوجود اس کے آپؐ کے اقوال سے اس قدر دانائی اور ذکاوت ٹپکتی ہے۔ کہ کسی اور کے اقوال سے جس پر آپکے مقابلہ میں خدا کی طرف سے کم عنایات ہوں نہیں ٹپکتی۔ پیغمبر اسلام کے اقوال کی اس وقت کم از کم ۴۶۵۱ تصانیف موجود ہیں۔ ان میں سے چھ بالعموم صحیح خیال کیجاتی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کیلئے جو کہ رسُول خدا کے ایک بڑے اور مشہور محدث ہیں یہ امر باعث فخر ہے کہ انہوں نے ان تمام اقوال کو ایک عجیب کتاب کی صورت میں جمع کیا ہے۔ آپ کی زندگی کی ہر ایک چھوٹی سی چھوٹی بات بھی بڑی احتیاط کے ساتھ پڑتال اور امتحان کر کے اُسے قابل اعتبار ٹھیرایا ہے اس کتاب میں ہر ایک بات تفصیل کے ساتھ لکھی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسانی زندگی کا

کوئی بھی ایسا پہلو نہیں جس کے متعلق پیغمبر صلعم نے کچھ نہ کچھ تذکرہ نہ فرمایا ہو۔ یہ احادیث انسانی جذبات کی متضاد لہروں کے گمراہ کرنیوالے سمندر میں روشنی کے ستون کا کام دیتی ہیں جن سے کہ انسان سیدھی راہ پر چل سکتا ہے۔ اخلاقی اندھے ان سے سہارا لیتے ہیں۔ سرکش نصیحت پکڑتے ہیں۔ اور حاجتمندوں کو حوصلہ اور خوشخبری ملتی ہے جو ان کے مطابق کام کرتے ہیں۔ انہیں آیندہ انعام کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ یہ پُر از صداقت اقوال ایک مجموعہ قوانین ہیں جو انسان ہر ایک معاملہ میں رہنمائی کرتے ہیں خواہ وہ معاملہ بحیثیت فرزند۔ خاوند۔ باپ۔ آقا اور حکمران کے کیا جائے اور خواہ بحیثیت ایک کاروباری آدمی یا ایک نیک شہری کے۔ ہم ذیل میں آپ کے اقوال میں سے چند ایک پیش کرتے ہیں۔ جو مختلف انسانی حالات اور واقعات میں ایک صحیح دستور العمل کا کام دیتے ہیں +

ان احادیث سے اس سرچشمہ کا صاف صاف پتہ چلتا ہے جس سے کہ اس حیرت انگیز استقلال اور سرگرمی کا ظہور ہوا جس نے حضرت محمد صلعم کے زمانہ کی بدویں میں ڈوبے ہوئے عربوں کو ایک زبردست اور مردانہ لیکن خداترس قوم بنا دیا جن میں سے جری بہادر۔ سائنس اور صنعت و حرفت کے میدان میں پیشقدمی کرنیوالے حکمران اور واضعان قانون پیدا ہوئے جن کے کمالات آجکل بھی ان کی گذشتہ عظمت کی بڑے فخر کے ساتھ شہادت دیتے ہیں پھر باوجود ان تمام باتوں کے وہ اُستاد اکبر انکساری اور حلم سے پُر نظر آتا ہے۔ رسول خدا سب سے زیادہ خوبصورت فیاض اور بہادر تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے ضروری ہے کہ میں مسلمانوں پر اس سے زیادہ شفقت کروں جس قدر کہ وہ اپنے حق میں کرتے ہیں۔ اسلئے جو مسلمان قرضدار مرے اور اس کے بعد اسکی کچھ جائداد نہ ہو اس کا قرضہ میرے ذمہ ہے لیکن جو جائداد بعد از مرگ کوئی مسلمان چھوڑ جائے وہ اس کے ورثا کی ہے۔ پھر فرماتے کہ میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے مسیح ابن مریم کی تعریف کرتے کرتے اُسے خدا اور خدا کا بیٹا پکارنا شروع کر دیا۔ میں صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ خدا نے یقیناً مجھے اپنا ایک لاثانی غلام بنایا لیکن مجھے مغرور بادشاہ نہیں کیا +

وہ انسان جس کی روح ارفع اور اقدس ہو جو کہ دنیا میں چلتا پھرتا ہے۔ اور اپنے مجلسوں میں اس طرح ملتا جلتا ہے جس طرح کہ عام فانی انسان اسکے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کا مطالعہ کرنا لوگوں کے لئے ایک ولولہ انگیز امر ہے خصوصاً ہمارے یورپین دوستوں کے لئے جن کا اعتقاد اپنے بزرگوں کی روایات پر بالکل کمزور اور بے اثر ہوگیا ہے۔ ہمارا اپنا اعتقاد ہے کہ محمد صلعم کا پیغام (قرآن) اور آپ کی احادیث ہے۔ اس جدید پیدا شدہ خواہش کو پورا کرنے کا ذریعہ ہوسکتی ہیں جو تمام دنیا کیلئے ایک ایسا آقا چاہتی ہے جسمیں خدائی اور انسانی ہر دو صفات ہوں۔ ایسا آقا محمد ہی ہے +

بدیں خیال کہ ان احادیث کا ترجمہ کیا بلحاظ اپنی خوبی اور کیا بلحاظ اپنی ظاہری صورت کے بینظیر ہو ہمنے ارادہ کیا ہے کہ اسے قرآن کریم کے اس ترجمہ کے طور پر شائع کیا جائے جو مولوی محمد علی صاحب نے کیا ہے +

اس قسم کے اہم کام کے لئے موجودہ حالات جو جنگ کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں موافق نہیں ہیں لیکن اس کے متبرک ہونے کے باعث اور ہمارے اکثر احباب کی سرگرمی کی وجہ سے جو اس ترجمہ کی اشاعت کے خواہشمند ہیں۔ اس کام میں ہمیں کامیابی کی امید ہے۔ ہم عالیجناب ہز ہائینس شیخ صاحب رئیس منگرول اور جناب خواجہ کرامت اللہ صاحب رئیس حیدرآباد دکن کے ان کی مالی امداد کی وجہ سے جو انہوں نے اسبارے میں دی ہے از حد مشکور ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ دیگر اصحاب بھی ان کی عالی ہمتی کی پیروی کرینگے۔ قرآن شریف کے ترجمہ کی اشاعت کا جس سچے اسلامی جوش سے مسلمان ناظرین نے خیر مقدم کیا گیا ہے۔ اس سے توقع کیجاتی ہے کہ ہمارے دوست اس کار خیر میں بھی مالی امداد سے دریغ نکرینگے۔ اس طرح ممکن ہو کہ سال آیندہ کے شروع میں اس کام کا کچھ حصہ تیار ہو جائے۔ ہم اب اپنے بھائیوں سے التجا کرتے ہیں۔ کہ وہ سب ملکر دعا کریں کہ خدا اس کار خیر کو کامیابی کے ساتھ انجام تک پہنچائے +

اگر بعض ہمارے ناظرین ابھی سے اپنا نام رجسٹر خریداری میں لکھنے کی

ہمیں اجازت مل دیں۔ جیسا کہ ہمارے قرآن شریف کے ترجمہ کے وقت انہوں نے کیا تو ہمیں بہت مدد مل سکتی ہے۔ اس وقت قیمت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا لیکن خیال ہے کہ فی جلد جس میں کم از کم پانچ حصے بخاری شریف کے ہونگے چار اور پانچ شلنگ کے درمیان بیٹھیگی +

ہم یہاں رسول کریم کی چند اور احادیث لکھتے ہیں :-

صفائی قلب

۱- نیتوں کے مطابق اعمال کا اندازہ ہوگا +

۲- وہی شخص حقیقت میں صادق ہے جو اپنے قول و عمل اور خیالات میں سچا ہے +

۳- وہ شخص راستباز ہے جو اپنے بھائی کی خواہ وہ حاضر ہو یا غائب حمایت کرتا ہے +

والدین اور بوڑھوں کی عزت کرنا

۱- ماں کے قدموں کے نیچے بہشت ہے +

۲- جو جوان بوڑھوں کی اُن کے بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرتا ہے اس کے لئے خدا ایسے لوگ مقرر کرتا جو اسکی عزت و تکریم اس کے بڑھاپے کے وقت کرینگے +

۳- خدا کی خوشی باپ کی خوشی میں اور اسکی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے +

ایسے زمانہ میں رسول پاک کی نصائح خاص قابل توجہ ہیں جس میں کہ خود رائی اور آزادی کے معنے خاندانی تعلقات اور بزرگوں کی تعظیم کی طرف سے قطعی لاپرواہی اور بے اعتنائی ہے لیکن روح کی اعلیٰ ترین خواہش اپنے خوشی اور رضائے مولی کا حصول بڈھوں اور رشتہ میں اپنے بزرگوں کی مناسب عزت کرنے کے ساتھ وابستہ ہے +

دنیاوی کاروبار

۱- اگر تم اپنے خالق سے محبت رکھتے ہو تو پہلے اپنے ہمجنسوں سے محبت کرو۔

۲- خدا ان پر رحم نہیں کرتا جو انسان پر رحم نہیں کرتے۔ وہی بہشت میں داخل ہونگے جو کہ سچا۔ پاک اور رحیم دل رکھتے ہیں +

۳- جو شخص یتامی کو اپنی پناہ میں لیتا ہے وہ میرے ساتھ قیامت کے دن ہوگا +

۴۔ بیوگان کی خبر گیری کرو +

۵۔ محتاج کی مدد کرو۔

۶۔ خدا کی تمام مخلوق اس کا ایک خاندان ہے۔ اور خدا کا سب سے پیارا وہی ہے جو اس کی مخلوق کی بہتری کے لئے سب سے زیادہ کوشش کرتا ہے +

۷۔ مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ لوگوں کو بدنام کرے یا کسی کو گالی دے یا کوسے۔ اور یہ بھی اس کے لئے واجب نہیں کہ وہ بیہودہ گوئی کرے +

۸۔ خدا کے نزدیک وہی شخص زیادہ معزز ہے جو اپنے دشمن کو اس حالت میں معافی دیتا ہے جبکہ وہ اس کے قابو میں ہے +

غیر مسلموں کی خاطر داری

ہمارے آقا حضرت محمدؐ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا اور آپ تعظیماً کھڑے ہوگئے لوگوں نے آپ سے عرض کیا۔ کہ یہ جنازہ یہودی کا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا اس میں روح نہ تھی؟ اور حکم دیا کہ جب کبھی تمہارے پاس سے کوئی جنازہ گزرے خواہ وہ یہودی کا ہو یا عیسائی کا ہو۔ اور خواہ مسلمان کا تو تعظیماً سروقد کھڑے ہو جاؤ +

ذاتی خوبیاں

۱۔ بہت نیک اعمال بیش قیمت ذرائع ہیں +

۲۔ اندازہ سے زیادہ کھانے اور پینے سے دل کو تباہ نہ کرو +

۳۔ اپنی ذات پر قابو پانا سب سے بڑا جہاد ہے +

۴۔ خدا مہربان ہے اور مہربانی کرنیوالوں سے محبت رکھتا ہے +

۵۔ خدا یقیناً حلیم ہے اور حلم کو پسند کرتا ہے۔ اور وہ حلیم پر اس قسم کی بخشش کرتا ہے جو سخت دل پر نہیں کرتا +

۶۔ شرم و حیا اور حیا ایمان کی دو شاخیں ہیں +

۷۔ سچا حیا تمام خوبیوں کی جڑھ ہے +

۸۔ خدا پاک ہے۔ اور وہ پاکیزگی اور صفائی سے محبت رکھتا ہے +

۹۔ سب سے اچھا دوست وہی ہے جس کا طرز عمل اور چال چلن اعلیٰ درجہ کا ہو +

۱۰۔ حسد اور بدظنی قوم و جماعت کو تباہ کر دیتی ہے۔

۱۱۔ بدظنی سخت ترین جھوٹ ہے۔

۱۲۔ مسلمان کو ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیئے +

۱۳۔ وہ شخص حقیقت میں سچا ہے جو اپنے قول و فعل اور خیالات میں سچا ہے +

تحصیل علم

۱۔ شہید کے خون سے عالم کی سیاہی زیادہ متبرک ہے +

۲۔ جو شخص اپنا وطن علم کی تلاش میں چھوڑتا ہے وہ خدا کی راہ پر چلتا ہے۔

۳۔ تحصیل علم ہر مسلمان پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ فرض ہے +

الہام ایک فیضِ ربوبیت ہے

ہندوستان میں ایک فرقہ برہمو سماج ہے جو خارجی الہام کے قائل نہیں یعنی ان کا مذہب یہ ہے کہ کوئی تعلیم خدا کی طرف سے خارجی طریق پر نازل نہیں ہوئی بلکہ انسان کی قلبی ماہیت ہے جو اندر ترقی پاکر الٰہی تعلیم کو پالیتی ہے انہیں کے ہمخیال ایک فرقہ یورپ میں بھی ہے جنکو تھیسٹ کہتے ہیں [illegible] لوگ مخالف ہیں۔ یہ خطبہ انہی لوگوں کی تحریک پر ۲۳ مئی ۱۹۱۷ء کو مسجد ووکنگ میں پڑھا گیا۔ ترجمہ میں تھیسٹ کی جگہ ہم برہمو سماجی ہی لکھینگے۔ ایڈیٹر

برہمو سماجی اور کتب الہامی

ہماری زندگی خدا کی بنائی ہوئی چیزوں پر ہے۔ اگر یہ نہ ہوتیں تو ہم ہلاکت کا منہ دیکھتے ہم سوا ان کے جی سکتے ہی نہیں ہم کھاتے ہیں پیتے ہیں۔ ہم سانس لیتے ہیں لیکن ان تینوں ضروریات کا ذریعہ ایسی چیزوں سے ہوتا ہے۔ جن کا وجود ہم میں نہیں۔ بلکہ ہم سے خارج ہے ہم میں پایا جانے سوچنے اور احساس کرنے کی طاقت ہے لیکن یہ تینوں طاقتیں کام کرنے کیلئے اشیاء خارجی سے بلکہ اندرونی اشیاء سے تحریک پاتی ہیں۔ ہم میں مختلف جذبات اور خواہشات ہیں جو ہمیں طرح طرح کے تقاضے لاحق ہیں لیکن ان تمام تقاضوں اور خواہشات کی تسکین خارجی اشیاء

ہی کرتی ہیں۔ المختصر ہمارے تمام خواص اور قوائے کا نشوونما اور قیام بیرونی چیزوں پر ہی ہے ہماری سب طاقتیں ہم میں چھپی رہتی ہیں۔ جیسے پتھر میں آگ لیکن وہ چمک اٹھتی ہیں۔ جبکہ باہر سے کوئی چقماق انہیں لگایا جائے ہماری حالت ہو بہو زمین کی سی ہے جس میں سے انواع اقسام کی چیزیں اسی وقت نکلتی ہیں۔ جب بارش باہر سے آئے۔ ہم اعلیٰ سے اعلیٰ استعدادیں رکھتے ہیں۔ اور ہماری ترقی لامحدود ہے اور یہ وہ صداقت ہے جو سب سے پہلے اسلام نے سکھائی لیکن جو کچھ بھی ہم میں ہے وہ ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ اور چھپا رہتا ہے۔ جب تک کہ کوئی خارج سے چیز آکر اسے تحریک اور امداد نہ دے۔ کیا انسان کا قلب اخلاق فاضلہ اور روحانیات کا ایک بیش بہا خزانہ نہیں۔ خزانہ ضرور ہے لیکن مقفل۔ جس کی کلید باہر سے آئیگی۔ کیا ہمارا قلب نور الٰہی کو اپنے اندر لئے ہوئے نہیں لیکن اس نور کو مشتعل کرنیوالی چیز اندر نہیں باہر ہے ؛

اب اگر انسان کے اندرونی جوہر شرافت کو الہام الٰہی ہی پرورش پاتا ہے تو پھر یہ اندرونی جوہر جس طرح برہمو سماجیوں نے سمجھ رکھا ہے۔ کس طرح اندر ہی اندر ہی نشوونما پائیگا جب تک کہ بیرونی اور خارجی طور پر کوئی ربانی تحریک پیدا نہ ہو۔ برہمو لوگ صرف اسلئے الہامی کتب کے منکر ہیں کہ ان کے نزدیک الہام ایک اندرونی تحریک ہے نہ کہ خارجی لیکن کیا برہمو لوگ کسی انسان کو ہمیں دکھلا سکتے ہیں کہ جو اپنی ترقی۔ اپنے ظہور اپنے نشوونما پانے کیلئے کسی ایسی چیز کا محتاج نہ ہو۔ جس کا وجود خدائے تعالیٰ نے انسان سے خارج میں پیدا کر رکھا ہے ؛

ہمیں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی تو پھر ان قوتوں کی نشوونما کے لئے جو انسانی قلب سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیوں یہ خیال کیا جائے۔ کہ ان کا محرک خارجی نہیں اندرونی ہے۔ کیونکہ قلب انسانی ہی الہام کا مورد اور روحانیات کا سرچشمہ ہے۔ اور یہ تو برہمو بھی مانتے ہیں۔ کہ انہیں قلبی کیفیات کے نشوونما دینے کے لئے الہام الٰہی آتا ہے۔ لہذا جب ہر ایک طاقت انسانی کا محرک اپنا وجود خارج میں رکھتا ہے۔ تو کیوں قلبی قوتوں کا محرک یعنی الہام خارج میں وجود نہیں رکھ سکتا۔ الہام کے متعلق یہ استثنا رکھنا جس کو قلب سے تعلق ہے ایک بے معنی چیز ہے

چنانچہ انہی دلائل پر جو ہم نے اوپر دیئے ہیں قرآن کریم نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں سورۂ نحل میں برہموسماجی عقائد کی تردید کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے۔ واللہ اخرجکم من بطون امھتکم لا تعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ۔ النحل آیت ۸۰۔ اللہ تعالیٰ تمہیں رحمِ مادر سے جب نکالتا ہے تو تمہیں کوئی علم نہیں ہوتا لیکن وہ تمہیں قوت بصارت۔ قوت شنوائی اور دل دیتا ہے +

کیا مختصر لیکن جامع دلیل الہام کے خارجی ہونے کی قرآن یہاں دے گیا ہے۔ قوت بصارت شنوائی اور دل یہ ہی تین بڑے ذرائع ہیں۔ جن سے انسان علم حاصل کرتا ہے۔ اور اس کو اپنا بنا لیتا ہے۔ کچھ چیز خارج میں ہوتی ہے۔ جس کو تمہاری آنکھیں دیکھتی ہیں اور کان سُنتے ہیں۔ بیرونی چیزوں کے مقابل آکر تمہاری سماعت اور بصارت ترقی پاتی ہے۔ بلکہ یہ طاقتیں ہی ضائع ہو جاویں۔ اگر خارجی چیزیں ان کے استعمال کے لئے انکے مقابل نہ آئیں۔ ایک بچہ صحیح وسالم آنکھیں لیکر پیدا ہوتا ہے لیکن پیدا ہوتے ہی اگر وہ چند دن روشنی نہ دیکھے تو وہ قوت بصارت ضائع کر دیگا۔ اسی طرح گونگا و بہرہ ہو جاویگا۔ اگر پیدا ہوتے ہی کچھ مُدت تک وہ آواز نہ سُنے۔ اب سماعت و بصارت یہی دو بڑے ذریعے علم کے تھے۔ یہ دونوں ضائع چلے جاویں گے۔ اگر ان دونوں طاقتوں کی نشوونما دینے کے لئے خارج سے چیزیں نہ آئیں۔ اب انسانی قلب تو تمام انسانی قواء سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ یہی الہام کا مورد ہے۔ پھر الہام الٰہی کیوں خارجی نہ ہو جدا کے اور عطیات کی طرح الہام الٰہی بھی انسان کا علم آلٰہی بڑھانے اور اس کا ایمان خدا پر مضبوط کرنے کے لئے نازل ہوتا ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر الہام اس رُوحانیت کو اُبھارنے اور تروتازہ رکھنے کے لئے آتا ہے۔ جو ابتداء سے فطرت انسانی میں مرکوز ہے۔ اسی طرح الہام الٰہی ایک رُبوبیت الٰہی ہے۔ پھر جب رُبوبیت کی ساری چیزیں خارج میں موجود ہیں۔ تو پھر الہام کا خارجی ہونا کونسا مستبعد امر ہے +

بعض لوگ الہام کو خارجی تو مان لیتے ہیں لیکن وہ ایک اور مصیبت میں پڑ جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک الہام الٰہی کا دروازہ کسی خاص کتاب کے بعد بند ہو گیا۔ مثلاً کوئی کہتا ہے

کہ وید کے بعد الہام آلٰہی نازل نہیں ہو سکتا۔ دوسروں کے نزدیک توریت یا انجیل کے بعد الہام مسدود ہو گیا ہے۔ یہ تو بالکل ناممکن ہے۔ اگر الہام آلٰہی کو کسی کتابِ ہدایت کی شکل میں نازل ہونا ہو تو کسی ایسی کتاب کے بعد جو ایک طرف تو مکمل ہو۔ اور دوسری طرف اپنی اصلی شکل و صورت میں قائم رہ چکی ہو۔ الہام آلٰہی کتاب اللہ کے رنگ میں بند ہو جاویگا +

الہام قرآن کی ضرورت

ہم بہت چیزوں پر زندہ رہتے ہیں۔ جیسا میں نے شروع میں کہا۔ اور ربوبیت آلٰہی ہمیشہ ان چیزوں کو قائم رکھتی ہے صحیفہ قدرت کو دیکھ لو۔ جب کبھی کوئی چیز ختم ہو جائے یا بگڑ جائے تو پھر اسکی جگہ نئی چیز پیدا کر دیجاتی ہے۔ یہی سلسلہ نظام قدرت میں چل رہا ہے۔ اسی پر ہماری حیات و قیام ہے۔ آئے دن بارش آسمان سے اترتی ہے۔ بارش کی ضرورت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ بارش کو ہی دیکھ لو جب آسمان سے اترتی ہے تو اس کا ایک حصہ انسانی استعمال میں آجاتا ہے۔ کچھ حصہ پہاڑوں کی کھوہ میں چلا جاتا ہے۔ اور ہمارے لئے بے مصرف ہو جاتا ہے بقیہ حصہ بارش کا مختلف زمینی اشیاء کے ملجانے سے گندہ ہو جاتا ہے لیکن اگلے سال ہی نئی بارش ہماری ضروریات کے دفعیہ کیلئے آجاتی ہے۔ کیا یہی قانون قدرت ہمیں ہر ایک چیز میں دائر و سائر نظر نہیں آتا۔ جن پر ہماری بقا و قیام منحصر ہے۔ یعنی جب کوئی چیز ختم یا غائب یا خراب ہو جائے۔ تو فی الفور دوسری چیز آگئی۔ کیا عجیب بات ہے۔ کہ یہ قانون ہماری جسمانی پرورش کی متعلقہ چیزوں پر تو صحیح مانا جائے لیکن ہماری جسمانی پرورش کی متعلقہ چیزوں پر تو صحیح مانا جائے۔ لیکن ہماری روحانی پرورش کیلئے اس قانون کا اطلاق صحیح نہ سمجھا جائے۔ الہام آلٰہی آخر ہماری روح کی پرورش کے لئے ہی خدا کیطرف سے آیا ہے۔ اسی الہام نے ہی کتب مقدسہ کی شکل اختیار کی ہے بارش کیطرح ہر ایک قوم اس سے متمتع ہوتی۔ بارش کیطرح اس کا ایک حصہ استعمال میں آجاتا ہے کچھ حصہ بسبب ان زبانوں کے مرجانے یا استعمال میں نہ رہنے سے انسان کے مصرف کا نہیں رہتا۔ جن زبانوں میں وہ الہام نازل ہوا تھا۔ اور کچھ حصہ انسان کے ہاتھ کی آمیزش سے خراب ہو جاتا ہے۔ مثلاً بائبل کا اصل مفقود ہے۔ جو کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے وہ ایک حد تک انسانی جعل و تحریف ہے اور کچھ ہمیں

اصل بھی ملا ہوا ہے۔ زرتشت اور ایسے ہی دیگر انبیاء کی کتابوں کا بھی یہی حال ہوا۔ وید مقدس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اسمیں کوئی تحریف و تبدیلی نہیں ہوئی۔ ممکن ہو ایسا ہی ہو ہم اس دعوے کی تردید کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ وہ مقفل خزانہ ہے جس کی کلید گم شدہ ہے۔ یہ الہام ایک ایسی زبان میں اس وقت پایا جاتا ہے جس کے سمجھنے سے حاملان الہام بھی قاصر ہیں۔ کہتے ہیں کہ تیس سال کی شبانہ روز کی محنت ایک انسان کو اس قابل کر سکتی ہے کہ وہ اسکی صداقتوں کو سمجھ سکے۔ ہم یہ بھی کہہ گذرتے اگر خدا تعالےٰ میں انہی صداقتوں کو پھر الہام کرنے کی طاقت نہ ہوئی۔ کہتے ہیں چند ہزار برس گذرے جب وید مقدس بعض رشیوں پر جو کوہ ہمالیہ میں رہتے تھے نازل ہوا۔ لیکن کیا اسی ہمالیہ پہاڑ پر ہر سال بارش نہیں ہوتی۔ بارش کے سوا تو چند مہینے بھی گذر کرنا مشکل ہے۔ بارش تو ہمیشہ آتی ہے لیکن اس کا بہت سا حصہ ان بڑے پہاڑوں کی وادیوں اور کھوہوں میں نمائب ہو جاتا ہے۔ اب اگر کسی سال امساک باراں ہو۔ تو کیا وہاں کے رہنے والے شبانہ روز محنت کر کے آب بارش کو پہاڑوں کی کھوہ میں سے نکالیں جہاں بظاہر ان کے ہاتھ نہیں پہنچتے۔ یا نئی بارش کے لئے آسمان کی طرف دیکھیں۔ اوّل الذکر طریق تو نہایت نامعقول اور ناقابل العمل ہوگا لیکن میں کہتا ہوں کہ کوہستانی ذخیروں سے پانی کو باہر کھود لانا زیادہ آسان ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ ویدک صداقتوں کو اس کی زبان میں ہی نکالا جاوے۔ جس کا سمجھنا قریب قریب ناممکن ہوگیا وید کے علاوہ کوئی اور الہامی کتاب اصلی صورت میں قائم ہی نہیں رہی۔ اگر یہ تغیر و تحریف سے بچی رہتی۔ تو بیشک کسی نئے الہام کی ضرورت نہ ہوتی لیکن یہ سب کی سب کتابیں جسمیں وید بھی شامل ہے۔ یا تو گم ہو گئی ہیں یا بگڑ گئی ہیں یا ناقابل فہم ہو گئی ہیں۔ ان پر وہی تمثیل صادر ہوگئے جو ہر سال آسمانی بارش پر وارد ہوتے ہیں۔ یعنی ایک حصہ بارش کا استعمال میں آکر قائم نہ رہنا ایک کا پہاڑوں کی کھوہ میں جا کر مصرف کے قابل نہ رہنا اور ایک کا خراب ہو جانا۔ تو پھر جس طرح نئی بارش آتی ہے۔ کیوں نیا الہام اس ضرورت کو آکر پورا نہ کرے۔ خدا کی آخری کتاب نے اپنے الہام کی ضرورت کو ثابت کرنے کے لئے کس خوبصورتی

سے اس حقیقت کو کھولا + وما انزلنا علیك الکتٰب الا لتبیّن لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی ورحمۃ لقوم یومنون ؕ واللہ انزل من السماء ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا ان فی ذالك لاٰیۃ لقوم یسمعون ؕ النحل آیت ۶۴ و ۶۵ + ترجمہ - ہم نے (اے محمد) یہ کتاب جو تیری طرف نازل کی ہے ...... ماننے والوں کیلئے ایک ہدایت اور رحمت ہے - اور خدا تو ہمیشہ ہی بارش آسمان سے بھیجتا ہے - جب کبھی (امساک بارش کے باعث) زمین مرجاتی ہے - پھر اللہ بارش سے زمین کو زندہ کرتا ہے - سننے والے سن لیں - اس میں ان کے لئے ایک نشان ہے +

اب اگر انسانی قلب پر الہام کا وہی اثر ہوتا ہے - جو بارش کا زمین پر - تو کون نہیں جانتا - کہ قرآن کے نزول کے وقت ایک زبردست روحانی امساک چاروں طرف تھا - کل کتب مقدسہ یا گم ہوچکی تھیں یا محرف یا ناقابل فہم - اب اگر خدا اسلام سے پہلے نسل انسانی پر اسقدر مہربان تھا - کہ وہ اپنے فضل سے انہیں الہام بھیجتا رہا تو کیا ہم اسکی سوتیلی اولاد ہیں یا اسکی مخلوق نہیں ہمیں کیوں وہ سڑی گلی چیزوں پر چھوڑتا ہے - اگر قدیمی رشی بلا تکلیف کے اپنی مادری زبان میں وید مقدس کو آسانی سے سمجھ سکتے تھے تو ہم پر کیوں یہ مصیبت ڈالی جاتی ہے - کہ ہم غوامض وید سمجھنے کیلئے برسوں مصیبت میں ڈالے جائیں - قرآن خدا کی طرف سے آیا - ہاں اگر قرآن بھی معرض تغیر و تحریف میں آجاتا - تو بیشک قرآن کے بعد کسی الہام کی ضرورت تھی - لیکن چونکہ قرآن اپنی اصل شکل وصورت میں آج تک قائم ہے - نئی کتاب ایک امر فضول ہے - صحیفۂ قدرت میں کوئی نئی چیز اس وقت پیدا کیجاتی ہے - جب تک کہ اس چیز کی پہلی شکل میں مذکورہ بالا تینوں حالتیں وارد ہوگئی ہوں یعنی ختم ہو جانا - بگڑ جانا یا غائب ہو جانا +

انسانی ہاتھ اور ربّانی ہاتھ

ہم بھی اپنی زندگی میں کیسے ہی متلون الحال ہیں - ایک ہی بات کو ایک جگہ ہم نفرت سے دیکھتے ہیں - اور دوسری جگہ اسے خوشی سے گوارا کر لیتے ہیں - اور دوسری جگہ اسے خوشی سے

گوارا کر لیتے ہیں۔ آج کل سلیقہ شعار لوگ پسند نہیں کرتے کہ غذا کو انسانی ہاتھ لگے۔ جتنے کہ ہاتھ سے دوہے ہوئے گائے کے دودھ پر مشین کے ساتھ دوہے ہوئے دودھ کو ترجیح دیجاتی ہے۔ خوراک بہم پہنچانے والے تاجروں کی دکان پر بعض چیزوں پر یہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ کہ اس چیز کی تیاری میں انسانی ہاتھ نہیں لگا۔ اور ہم بھی ایسی چیزوں کو بڑی خوشی سے خریدتے ہیں۔ بکٹیریالوجی یعنی علم جراثیم نے تو اور بھی اس امر کی اہمیت کو بڑھا دیا ہے۔ کہ جو چیز استعمال میں آئے اس پر حتے الوسع انسانی ہاتھ کم لگے۔ چھری۔ کانٹے۔ چمچے کے استعمال کی یہی وجہ ہے اسی طرح مصنوعی چیزوں پر قدرتی چیزوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔ کیا مزہ کی بات ہے کہ ہر ایک امر جو ہماری زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اسمیں تو ہم یہ ہی پسند کرینگے۔ کہ وہ حتے الوسع انسانی ہاتھ کے چھونے سے بچ جائے لیکن مذہبی معاملے تو ہمیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوتی کس طرح ایک شخص بائبل کی سی ایک ایسی کتاب پر راضی ہوسکتا ہے۔ جس کو آئے دن انسانی ہاتھ نے لگ لگ کر خراب کردیا ہو +

مقصدِ زندگی

رقم زدہ جناب مصطفیٰ خان صاحب بی۔ اے

ہم کہاں سے آئے اور کہاں کو جانا ہے۔ اور کس مقصد کے لئے آئے ہیں۔ یہ ایسے سوالات ہیں۔ جنہوں نے بہت سے فہیم و ذہین لوگوں کو مسلسل طور پر تخیل میں ڈالا ہوا ہے۔ لیکن عقل انسانی ابھی تک اس عقدہ کو حل کرنے کے قابل نہیں ہوئی۔ فلسفیوں کے اختلاف اور مختلف آراء نے اس سوال کو اور بھی پیچیدہ اور لاینحل بنا دیا ہے۔ بعض آدمیوں کا خیال ہے کہ ہم اس دنیا میں محض قدرت کے کھلونے ہیں جو ہمارے ساتھ اس بچے کی طرح کھیلتی اور ہمیں تباہ کرتی ہے جس طرح کہ وہ اپنے کھلونوں سے

بیزار ہو کر اور تھک کر انہیں توڑ پھوڑ دیتا ہے۔ بعض اور احباب کا خیال ہے کہ ہماری زندگیاں بے پایاں ہستی کے سمندر میں حباب آب ہیں۔ جو اتفاقیہ سطح آب پر رونما ہو گئے ہیں۔ جن کو کوئی تند و تیز موج آب پاش پاش کر دیگا۔ اور اسکی جگہ اور حباب پیدا ہو جائینگے۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہیگا +

مندرجہ بالا ہر دو خیالات انسانی زندگی کا نہایت ہی تاریک منظر پیش کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہماری زندگی کا کوئی خاص مقصد نہیں۔ اور ہم محض اتفاق و حوادث کی خلقت ہیں۔ اور اس سطح زمین پر ہم بیمعنی جینے اور مرنے کے لئے پھینکے گئے ہیں۔ اور نہ ہی کسی مقصد کو ہم نے سر انجام دینا ہے۔ اور نہ ہی کوئی فرض ادا کرنا ہے۔ یہ خیال مندرجہ ذیل شعر میں نہایت ہی خوبی و ادا کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ؎

نہ درخت میوہ دارم نہ شاخ گلفشانم　　درِ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

اگر ہماری ہستی کی یہ صحیح ترجمانی ہے۔ تو اس سے یہ مراد ہے۔ کہ ہماری زندگی بیمعنی ہے۔ کیا ہماری محنت و مشقت و جد و جہد بیسود ہے۔ کیا اس دنیا میں ہم بغیر کسی ذمہ داری کے آئے ہیں۔ اگر یہی حالت ہے۔ جس کی کوئی بھی ارضی وجہ نہیں۔ تو کیوں نہ ہم مر جائیں۔ تاکہ ان دنیوی تکلیفوں سے خلاصی حاصل کریں۔ ایک معقول ہستی (یعنی انسان) کی شان کے شایاں نہیں۔ کہ وہ بغیر کسی مدعا کے زندگی بسر کرے۔ انسان بغیر مدعا کے زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ یہ ایک مغالطہ ہے۔ اگر ہماری زندگی کا کوئی مقصد نہیں۔ تو اس زمین پر زندہ رہنے سے ہمیں کیا منفعت حاصل ہو سکتی ہے اگر ہم ایک لمحہ بھر کے لئے کائنات عالم پر غور و تدبر کریں۔ تو ہمیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی اور حقیر سے حقیر مخلوق بھی کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے اور کسی نہ کسی مقصد کو جو اسے اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے۔ سر انجام دے رہی ہے۔ سورج چمکتا ہے جس سے گرمی اور روشنی نکلتی ہے۔ چاند کی چمکیلی کرنوں سے پھل اور فصل پکتے ہیں۔ موسم بہار کی آمد سے اشجار شگفتہ ہوتے ہیں۔ موسم خزاں

درختوں کے سنہری پتوں کو جھاڑ دیتا ہے۔ جن کی روئیدگی مردہ زمین کی حیات کا موجب ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ پژمردہ اور گرے ہوئے درختوں کے پتے بھی زمین کی تروتازگی اور شگفتگی کا سرچشمہ ہیں۔ ان قدرتی مناظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ صرف انسان ہی اس دنیا میں ناکارہ و آوارہ ہے۔ اور اسکی زندگی کا کوئی مقصد و مدعا نہیں نہیں نہیں۔ بلکہ تمام مخلوق عالم کی طرح اسکی زندگی کے شایان حال اس کے سامنے بھی ایک اہم کام ہے۔ کلام پاک قرآن مجید فرماتا ہے۔ وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لٰعبین۔ نہیں ہمنے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو بطور کھیل کے ✦

مندرجہ بالا آیت اس مسئلہ کی براہ راست تردید کرتی ہے۔ کہ زمین قدرت کی جولانگاہ محولہ بالا آیت سے بین طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس قطعہ زمین پر ہر ایک چیز کا کچھ نہ کچھ مقصد ضرور ہے۔ جسے وہ پوری کرتی ہے۔ لیکن ایک اور قرآن کریم کی آیت مندرجہ بالا سے بھی زیادہ واضح اور بین ہے۔ ولہ اسلم من فی السموٰت والارض طوعًا وکرھًا والیہ یرجعون (ترجمہ) اور اسی کے لئے فرمانبردار ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں خوشی سے اور ناخوشی سے اور اسی کی طرف وہ رجوع کرینگے ✦

صحیفۂ قدرت ان کلمات کی صداقت کا موید ہے۔ کائنات عالم کا ذرہ ذرہ اپنے فرض منصبی کو ادا کر رہا ہے۔ اور اس مسبب الاسباب کی نصرت و کامیابی میں مصروف ہے۔ پھول میٹھی میٹھی بھینی بھینی خوشبو دیکر افسردہ ہو جاتے ہیں۔ مرغان چمن دلکش و دلآویز راگنیاں الاپتے ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس کائنات عالم میں انسان کا فرض منصبی کیا ہے؟ اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (ترجمہ) نہیں ہم نے پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اسلئے انسان اس احکم الحاکمین کی عبادت کیلئے پیدا کیا گیا ہے لیکن یہ صریح امر ہے کہ خداوند تعالیٰ کو کسی قسم کی خدمت و عبادت کرانے کی ضرورت نہیں۔ جس طرح ہمیں اپنے خدمتگاروں اور خدام سے خدمت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ وہ ان ضروریات سے بے نیاز ہے۔ پس اس کی عبادت یہی ہے۔ کہ اسکے قوانین کی پوری پوری فرمانبرداری

کیجائے۔ اور اسکی مخلوق کی خدمت کیجائے۔ جو حقوق اللہ وحقوق العباد کی مترادف ہے پس معلوم ہوا۔ کہ انسانی زندگی کی اصل غرض وغایت کائنات عالم کی فلاح کے لئے خدمت کرنا ہے۔ اور تمام بنی نوع انسان کی بہبودی کے لئے کام کرنا ہے ✣

ایک مسلم سے توقع کیجاتی ہے۔ کہ وہ قوانین الہیّہ کا پورا پورا فرمانبردار ہو۔ اور اور نسل انسانی کے مفاد کے لئے راستی وتن دہی سے کام کرنیوالا ہو۔ اسے انسانی تمدّن ومعاشرت کی تمام شاخوں میں کام کرنا چاہئے۔ جو کہ دنیا کے آرام وآسائش میں ممد ہیں۔ اسے علم جدیدہ کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے۔ مادہ کی خصوصیات معلوم کر کے اپنے ہمجنسوں کو فائدہ پہنچانا چاہئے صحیفۂ فطرت کے قوانین کی تحقیقات بھی اسے کرنی چاہئے۔ جن کا کہ ذراتِ عالم پر تسلط ہے۔ اور نسل انسانی کے عامہ فلاح وبہبودی کے لئے انہیں مطیع کرنا چاہئے۔ بالآخر اسے بنی نوع انسان کو تمام قسم کی ذہنی جسمانی اور سیاسی غلامی سے مخلصی دلانے کے لئے جہانتک ممکن ہو سعی بلیغ کرنی چاہئے۔ قصہ کوتاہ ایک مسلم دوسرے بنی نوع کے لئے جیتا ہے۔ اُسے مذہباً حکم ہے۔ کہ نسل انسانی کے بغیر کسی معاوضے کے خدمت کرے۔ کیونکہ وہ اسی واسطے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کا مقولہ یہ ہونا چاہئے۔ کہ بغیر کسی معاوضہ کے خدمت کو خدمت کے لئے کرے ✣

حضرت محمد (صلعم) کا عہد مدینہ

حضرت محمد صلعم کی ذات مبارک اور اُن کے مذہب کے متعصب ترین دشمنوں کو بھی اس امر کا اعتراف کرتے ہی بن پڑتی ہے۔ کہ زمانہ تبلیغ مکہ میں آنحضرت بالکل مخلص اور راستباز تھے۔ اور کہ انہوں نے اپنے ہموطنوں کو موحد بنانے کا فرض بجالانے میں نوع انسان کو بہت فائدہ پہنچایا ہے ✣

ایک عیسائی مشنری میگزین جو اسلام اور خود پیغمبر اعظم کے خلاف غلط تہمتیں پھیلانے کا

سب سے زبردست آلہ ہے۔ اسکی ایک تازہ اشاعت میں مسٹر ٹی۔ ایچ ویر نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے "کہ کیا محمد صلعم مخلص تھے" عہد مکہ کے متعلق اعتراف کیا ہے کہ وہ لاریب مخلص تھے ایسوردہ رقمطراز ہے کہ :-

ان کے پیرو معدودے چند تھے۔ اور وہ دو موقعوں پر مجبور ہوئے کہ بھاگ کر حبش میں جو کہ عیسائی ملک تھا پناہ لیں۔ ان کے قبیلے کو بجز قبائل قریش نے برادری سے خارج کر دیا۔ حتےٰ کہ قبیلہ مذکور کی حالت بحد تنقیم ہو گئی۔ طائف سے جو مکہ کے قریب ایک قریہ ہے ایک گروہ نے امداد کی کوشش کی لیکن وہ بھی ناکام رہا۔ ان کی بیوی اور عمر بھر کی رفیق خدیجہؓ اور انکے مربی ابو طالب کی وفات سے اور اُن کا اور ان کے پیرو انکی قسمت کا ستارہ سخت گردش میں آیا۔ مگر بایں ہمہ ناکامی اور نامرادی کے ہمارے ہاتھ میں کوئی ایسی بات نہیں آسکتی جس سے ظاہر ہو سکے کہ محمد صلعم کے طریق عمل میں اس مذہب کے متعلق جس کی وہ تبلیغ کرتے تھے کوئی عدم مطابقت یا عدم استقلال پیدا ہوا ہو۔

مسٹر مورس جیسٹرو بھی کتاب "مذاہب ماضی و حال" میں بہت بلند آہنگی سے کہتے ہیں :-

"اسمیں کلام نہیں کہ آنحضرت صلعم اپنی زندگی کے مراحلے اولیں میں بالکل مخلص تھے۔ آپنے جو سرگرمی ان اشخاص کی تحریر میں ظاہر کی ہے۔ جو اُن کے پیغام کے سننے سے انکار کرتے تھے۔ اور جو اللہ کے ساتھ اور شریک قائم کرنے میں مصر تھے اور جو ان رواجوں کے دلدادہ تھے۔ جو احکام الٰہی کے منافی تھے۔ اور جیسے بڑھ کر آپکے ابتدائی خطبات جو اب تک محفوظ ہے ہیں۔ اور جو شاعری کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کے اخلاص پر صداقت کی مہر ثبت کرتے ہیں۔ آنحضرت کا وہ عہد جو اُن کی سوانح حیات کا ایک درخشاں باب ہے۔ اس کو بھی بات ثابت کرتا ہے دو مخالفت بھی جو آپ کی غیر مانوس خطبات سے پیدا ہوئی۔ اور جس نے رفتہ رفتہ تیز سا کر صورت اختیار کر لی۔ آپکی ثابت قدمی میں خلل انداز نہ ہو سکی۔ بسا اوقات مشکل

ہو جاتے تھے لیکن سلسلہ تبلیغ ویسے ہی جاری رکھتے تھے۔ ابتدائی سالوں میں آپکے پیروان بہت کم تھے۔ آپکے پیروان اولین جنہیں روایت میں صحابہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ایسے جاں نثار پیرو جیسے کہ حضرت محمد صلعم نے اپنے گرد جمع کئے فقط ایک مخلص شخص ہی پیدا کر سکتا ہے۔ اور اُن کی محبت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ اور جب آپ کی مخالفت سنہ ۲۲ء میں حد کمال پر پہنچ گئی تو وہ آپ کے ساتھ مدینے جانے کو تیار ہو گئے۔ جہانتک آپنے جیسا کہ ہمیں معلوم ہے سلطنت اسلامی کی بنیاد ڈالی +

نیز :۔ حضرت محمد صلعم اس طرح ایک ایسے نادر الظہور وجود پائے جاتے ہیں جنہوں نے بانئے مذہب ہونے کی حالت میں ایک وسیع سلطنت قائم کر دکھائی حضرت مسیح قومی رابطہ کو توڑ کر اپنی قوم کو اسکی بجائے اتحاد مذہبی کا پابند کرتے ہیں۔ جو قیود نسل و قوم سے آزاد ہے۔ بدھ اغراض قومی کی طرف سے بالکل بے اعتنا ہے۔ اور صرف شخصی نجات کی تلقین کرتا ہے جس تلقین میں سیاسی دور امتدادی تعلقات مفقود ہیں۔ زرتشت صرف اپنے ہی قوم کو وعظ کرتے ہیں حضرت موسیٰ قوم بناتے ہیں لیکن اگرچہ سیاسی نصب العین رکھتے ہیں۔ یہوواکی پرستش سے جو قوم یہود کا محافظ ہو۔ لازم و ملزوم ہے لیکن یہ مشکل سے کہہ سکتے ہیں کہ موسیٰ کا مقصود یہ تھا کہ قوم یہود کے علاوہ کسی اور قوم کے لئے بھی یہووا محافظ و ناصر ہو۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ حضرت موسیٰ تمام اقوام عالم کے لئے مذہب کے بانی نہیں تھے حضرت محمد صلعم ایک عالمگیر مذہب پیش کرتے ہیں جس کا نام اسلام ہے اور عربوں کو ایک قوم بنا دیتے ہیں۔ مگر نیز انہوں نے اس مذہب کی بنیاد رکھی جس کو تمام روئے زمین کے انسان اپنے حسب حال و طبائع پا سکتے ہیں۔ مدینے میں انہوں نے اپنے پیروؤں میں ایسا حربی قوت کا جذبہ پیدا کیا۔ اور اس تحریک کی قسمت میں تھا۔ کہ چند ہفتوں کے عرصے میں وہ ملکوں کی تحصیلات کی از حد وسعت سے بھی زیادہ فروغ حاصل کرلے۔"

لیکن وہ شخص جن کے دلوں پر غلاف ہے۔ اور جو مذہبی تعصب سے بھرے ہوئے
ہیں۔ یا جو اس کے اہل نہیں۔ کہ مشاہیر کے حالات و ضروریات کا پورا پورا اندازہ
لگا سکیں۔ ان کے نزدیک حضرت محمد صلعم کا طریق عمل مدینہ میں جا کر وہ صورت
چھوڑ دیتا ہے۔ جو کہ مکہ میں تھی۔ اور ایک بری صورت اختیار کر لیتا ہے اس سے
بڑھ کر کوئی غلط فہمی یا غلط بیانی نہیں ہو سکتی۔ کہ یہ کہا جائے۔ کہ آنحضرت کا طریق
عمل ان کے مدینے تشریف لیجانے سے تبدیل ہو گیا۔ بیشک حالات و واقعات
گرد و پیش اب بدل گئے ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔ میدان عمل وسیع ہو گیا لیکن
آنحضرت کی طبیعت۔ مدعا غرض و غایت بالکل وہی رہی۔ جو کہ انکی ابتدائی
تبلیغ کے وقت تھی۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ ان کا طریق عمل زندگی بھر ایک ہی رہا۔
آنحضرت بہ نفس نفیس ہمیشہ الامین ہی رہے۔ اور لوگوں کو ہمیشہ انکی بیغرضی
اور انکی دیانتداری پر کامل اعتماد رہا۔ ان کے ہمعصر دشمن ان کے چالچلن
اور طریق عمل میں تو کوئی عیب نہ نکال سکے لیکن آپ کے برخلاف یہ قصہ
بنا لیا۔ کہ آپ کو جن بھوت کا سایہ ہو گیا ہے۔ جو وہ ان کے بتوں کو برا بھی
کہتے ہیں۔ ان کے زمانے کے کسی مرد یا عورت نے انہیں ظالم۔ متکبر۔ نفس پرست
یا خود غرض نہیں کہا۔ اور ان کے طریق عمل میں کوئی کمزوری یا نقص معلوم
نہ کر سکے۔ اپنی تمام زندگی میں خواہ وہ عہد مکہ کی ہو یا مدینہ کی انہیں چھوٹے
بچوں سے بہت محبت رہی۔ اور بچے فطرتاً اپنے اور آنحضرت صلعم کے
ایک پاکیزہ تعلق کو محسوس کرتے تھے۔ زندگی بھر وہ کمزوروں اور ستم رسیدوں کے
ملجا اور عورتوں۔ قرضداروں مفلسوں۔ ابناء السبیل کے ماوے رہے
آپ نے انکی بھی امداد کی جو کسی جسمانی یا دماغی تکلیف میں مبتلا ہوتا تھا۔
آنحضرت ہمیشہ شجاع اور جری رہے۔ اور ساتھ منکسر المزاج۔ پاکیزہ خیال
رکھتے تھے۔ اور وسیع القلب بھی تھے۔ انھوں نے کبھی اپنے ذاتی خادم کو بھی
تمام عمر کوئی دل آزار حکم نہیں کیا گبن کہتا ہے۔ کہ اس وقت بھی جبکہ ان کی

دنیوی طاقت و ثروت نصف النہار پر تھی - ان کی طرح سلیم شاہانہ شان و شکوہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی تھی - پیغمبر خدا گھر کے ادنے کاموں کو آپ سرانجام دیتے تھے - آگ روشن کرتے جھاڑو دیتے اور بھیڑوں کو اپنے ہاتھ سے دھوتے - اور اپنے ہاتھ سے اپنے جوتوں اور کپڑوں کی مرمت کیا کرتے تھے - درحالیکہ وہ راہبانہ ریاضتوں کے خلاف تھے - وہ بغیر کسی کوشش یا غور کی خواہش کے ایک عرب کی سپاہیانہ خوراک کھایا کرتے تھے - جلسوں کے موقعہ پر آپ اپنے رفقا کو سادہ طریق پر مگر فیاضی کے ساتھ دعوت دیتے لیکن اپنے خاص گھر کی یہ حالت تھی کہ اکثر ہفتوں آپ کے ہاں کھانا بھی میسر نہ آتا تھا +

آنحضرت صلعم نے اپنی دنیاوی سلطنت کے عین عروج کے وقت اپنے سخت ترین دشمنوں کو بھی معافی دیدی - آپ نے اس عورت کا جس نے آپ کو زہر دی - اور اس عورت کا جس نے آپ کے بہادر چچا کا جگر کاٹ کر کھایا تھا اور نیز ان مردوں کو جنھوں نے آپ کی رشتہ دار مستورات کو گھسیٹ گھسیٹ کر مار ڈالا تھا قصور معاف کر دیا - اور پھر اپنے ان تمام ہموطنوں کو بھی معافی دی جنھوں نے آپ کے ساتھیوں کو سخت اذیت پہنچائی تھی - اور انھیں قریباً ہلاک کر دیا تھا +

دنیا کی قدیم ترین تاریخ میں بھی اس قسم کی رحم اور فراخ دلی کی کوئی مثال نظر نہیں آتی - جو حضرت محمد صلعم نے اس وقت دکھلائی جبکہ آپ کے تمام دشمن آپ کے قدموں پر آپڑے - اور آپ نے سب کو بلا استثناء معاف کر دیا +

مکہ معظمہ فتح کرنے کے بعد آپ کو بدلہ لینے کے بہت سے موقعے ملے تھے - مغرور سردار جنھوں نے آپ کے مذہب کو برباد کرنے کی کوشش کی تھی - اور جنھوں نے آپ کے پیروؤں کو بہت دُکھ دیا اور ان کے ساتھ بُرا سلوک کیا تھا بلکہ آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اب بالکل آپ کے قابو میں تھے - مگر آپ نے ان سے

سوال کیا کہ تم کو مجھ سے کیا اُمید رکھنی چاہئے ۔ ان لوگوں نے التجا کی کہ اے ہمارے بھائی اور بھتیجے ہم رحم کے طالب ہیں ۔ یہ سُنکر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا ۔ کہ میں تم سے اسی طرح گفتگو کرونگا جس طرح حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کی ۔ میں آج تمہیں ملامت نہ کرونگا ۔ اللہ تمہیں معاف کردیگا کیونکہ وہ رحیم اور محبت کرنیوالا ہے ۔ اور میں تمہیں آزاد کرتا ہوں +

البتہ جب حضرت محمد مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے ایک بُت بھی رہنے نہ دیا ۔ اگر آپؐ بتوں کو نہ توڑتے تو گویا آپ اپنے منصب کو دیانتداری سے پُورا نہ کرتے ۔ آپ ان مذاہب کی جنہیں بُت پرستی نہ تھی عزت فرماتے یہانتک کہ جناب مسیح کی پرستش کرنیوالوں کی بھی بیحد تعظیم کرتے ۔ ایک دفعہ جب عیسائی پادریوں کا وفد مدینہ میں آپؐ کی خدمت میں آیا ۔ تو آپؐ نے اُنہیں اپنے ہاں بطور مہمان رکھا اور اُنہیں اپنی متبرک مسجد میں اُتارا اور جب اتوار کا دن آیا ۔ اور انھوں نے گرجا کرنا چاہا تو آپؐ نے خاص اپنی مسجد میں اُنہیں عبادت کرنے کے لئے کہا ۔ کیا کوئی شخص بتلا سکتا ہے کہ کسی دوسرے پیغمبر نے اس طرح رواداری دکھلائی ہو +

اِس قسم کی مثالوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت جیسی مدینہ میں تھی ویسی ہی مکہ میں بھی ۔ اور آپؐ کے فرائض میں بھی کوئی فرق نہ آیا ۔ جس طرح آپ نے اپنی قوم کو اُنکے تعصبات اور دشمنی کی پرواہ نہ کرکے خدائے واحد کی تعلیم دی ۔ اسی طرح اپنے ملک میں خدا کی ہستی منوا کر آپؐ نے مدینہ سے ایران اور مصر اور دیگر ممالک کے بادشاہوں کے پاس وفد بھیجے ۔ اور اُن کی طاقت اور فوج سے آپؐ کے دل پر کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہوا +

حضرت مسیح جب تک کہ وہ زندہ رہے وہ یہی فرماتے رہے کہ ان کا مشن صرف اسرائیلیوں کے لئے ہے ۔ لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ جب واقعہ صلیب کے بعد وہ اپنے

شاگردوں سے ملے تو ان سے کہا کہ جاؤ اور انجیل کی تعلیم سب لوگوں کو دو لیکن محمد صلعم کا مسلک جدا تھا۔ آپ نے اعلان کیا کہ میں پیغمبر ہوں اور مجھے خدا کی طرف سے حکم ملا ہے جسے میں نے لوگوں تک پہنچانا ہے۔ آپ اپنی ذمہ واریوں سے پہلو تہی کر کے اُسے دوسروں پر چھوڑنے والے نہ تھے آپ نے مکہ میں اپنے دشمنوں کی فرداً فرداً اور متفقہ شرارتوں کا مقابلہ کیا۔ بڑے بڑے طاقتور اور مغرور سرداروں کو مدینہ سے پیغام بھیجا تاکہ وہ کام جس کے لئے وہ مقرر ہوئے تھے تکمیل کو پہنچے۔ آپ اس قسم کے نہ تھے کہ دشمن آپ کو تباہ کر ڈالتے یا آپ کے کام کو برباد کر دیتے۔ بلکہ آپ نے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ آپ اپنے کام میں مستقل طور پر کامیاب ہو گئے۔ مذہبی نقطۂ خیال سے عیسائیت جناب مسیح کی اتنی ممنون نہیں۔ جیسا کہ پولوس کی۔ لیکن اسلام پر سوائے حضرت محمد صلعم کے کسی کا بھی احسان نہیں۔ حضرت محمدؐ کا مدینہ کا زمانہ اسلام کے لئے اور آپ کے مشن کے لئے اور عام خلق اللہ کی بہبودی کے لئے آپ کے مکہ کے زمانہ سے زیادہ تر روشن تھا +

اگر آنحضرت صلعم کا وصال مکہ شریف میں ہوتا۔ تو بھی وہ جناب مسیح سے زیادہ تر کامیاب معلم اور پیغمبر ہوتے۔ مدینہ میں آپ کو اس تعلیم کو عملی رنگ دینے کا موقعہ ملا۔ جو آپ نے اور آپ کے پہلے دیگر انبیاء اور صلحا نے لوگوں کو دی تھی جب حضورؐ مدینہ میں تشریف فرما تھے تو آپ نے ایک طرف تو حضرت موسیٰؑ کے مذہبی قوانین کو عملی طور پر توسیع اور لوگوں کے اخلاق کو اولیاء اللہ اور فرشتوں کا سا بنا کر زمین پر جناب مسیح کی آسمانی سلطنت کو لانے میں کامیاب ہوئے اور دوسری طرف آپ نے ارسطو اور افلاطون کے خیالات دربارہ جمہوریت کو حقیقت کا جامہ پہنا دیا۔ اور دنیا کی تاریخ میں آپ پہلے انسان تھے جنہوں نے جمہوری سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اور کامیابی سے حکومت کی +

اعلےٰ اصولوں کا تجویز کرنا تو بہت آسان ہے۔ لیکن ان پر عمل کر کے دکھلانا مشکل ہے۔ جناب مسیح کے باراں نہایت مقرب شاگردوں اور حواریوں نے

تو کوئی اعلےٰ اخلاق نہ دکھلایا ۔ لیکن حضرت محمد صلعم نے ایک ریاست قائم کر دی جسمیں ایسے لوگ آباد تھے اور کام کرتے تھے جن میں کسی قسم کی بدی نہ تھی جنہیں امن قائم کرنے کے لئے کسی قسم کی پولیس کی ضرورت نہ تھی ۔ اور جن کے درمیان قومیت اور رنگت کی اور نہ ہی حاکم و محکوم کی تمیز تھی ۔ بلکہ سلطنت میں ہر ایک کا خواہ وہ مرد ہو یا عورت برابر برابر حصہ تھا ۔ سب رب العالمین کی عبادت کرتے تھے جو سب کا خالق بھی ہے ۔ ایک ہی قانون پر چلتے تھے جو کسی انسان کا وضع کردہ نہ تھا بلکہ اُس خدا کی طرف سے تھا جو رحمٰن و رحیم ہے ۔ اور جو امیر و غریب کے ساتھ یکساں سلوک کرتا ہے ۔ اور جس نے حتے الامکان دولتمند اور مفلس کے درمیان تمیز کو دُور کر دیا +

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلق اللہ کے لئے مدینہ میں مکہ کے مقابلہ میں بہت زیادہ کام کیا ۔ مسلمانوں کے لئے تو آپ کے مکہ اور مدینہ کا زمانہ ایک ہدایت نامہ کا کام دیتا ہے ۔ حضرت محمدؐ کا مکہ میں دشمنوں سے مقابلہ رہا ۔ آپ آزمائشوں میں ڈالے گئے ۔ اور آپ نے بہت سی تکالیف اُٹھائیں ۔ لیکن مدینہ میں تو آپ نے کامیابی اور خوشحالی کی زندگی بسر کی ۔ گویا مؤخر الذکر زمانہ اول الذکر کا نتیجہ اور صلہ تھا ۔ زمانہ حال کے مسلمانوں کی حالت کی مشابہت زیادہ تر آپ کی مکہ کی زندگی سے دی جاسکتی ہے ۔ یہ وقت اب آزمائش کا ہے ۔ اگر وہ صادق اور پکے رہیں ۔ اور متفق ہو کر کوشش کریں تو جس طرح رسولکریم کو مدینہ میں کامیابی حاصل ہوئی اسی طرح یہ بھی خوشحال ہو جائیں گے +

سرمہ بے نظیر

سوائے ان چند امراض کے جن کا علاج اپریشن یا بالکل لاعلاج ہی سب امراض کے دفع کرنے میں لاثانی ہے اکسیر ہے اور نہ ہی موتیا ۔ بلکہ عینک تک چھڑوا دیتا ہے علاوہ سر کو ٹھنڈا رکھنے اور محافظ چشم ہونے کے آشوب چشم ضعف بصارت دھند ۔ موتیا بند ۔ پھولا ۔ پلکوں کا گر جانا ۔ غبار ۔ جالا ۔ خارش ۔ ککرے ۔ پڑوال ۔ پانی کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے واسطے بہ صفت موصوف ہے تندرستی کی حالت میں استعمال کرنا گویا آنکھوں کی رجسٹری کرانا ہے قیمت فی تولہ دو روپے چار آنے معہ محصولڈاک +

المشتہر ۔ ایم ۔ ایم رحمانی دواخانہ اکبری دروازہ لاہور

خُداکی وحدانیت

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝
وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝

ترجمہ (اے پیغمبر یہ لوگ جو تم سے خدا کا حال پوچھتے ہیں تم اُن سے) کہو کہ وہ اللہ ایک ہے اور اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کے برابر ہے +

اللہ تعالےٰ اُوپر کی آیات میں اپنی وحدانیت کا ذکر فرماتا ہوا اپنی تین صفات کا تذکرہ بھی کرتا ہے۔ یعنے اپنی بے نیازی۔ اولاد اور والدین کی طرف سے استغنا اور بےمثالی۔ یہ صفات خدا کی وحدانیت کو ظاہر کرتی ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہئیے کہ خدا اپنی وحدانیت منوانے میں کوئی اپنی خاص غرض مدِنظر رکھتا ہے۔ یا اسے ان لوگوں کے خلاف کوئی بُغض و کینہ ہے جن کے دیوتا کو وہ دیکھ نہیں سکتا۔ کیونکہ خدا کی اعلےٰ وارفع ہستی کے مقابلہ میں لوگوں کے بنائے ہُوئے حضرت مسیح و کرشنا جیسے خدا ٹھیر نہیں سکتے۔ میں انجیل کو خدا کا کلام اسلئے نہیں مانونگا۔ کہ اسکے صحیح ہونے کی تاریخی گواہی بھی ہے۔ بلکہ اسلئے بھی کہ اسکی تعلیم خدا اور اس کے انبیاءکی طرف وہ صفات منسوب کرے جو اُن کے لئے ضروری ہیں۔ خدا کا اپنی وحدانیت پر زور دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی ہستی کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں طور پر دکھلانا چاہتا ہے۔ اور سب سے بڑی صفت اس کی وحدانیت ہے۔ اسی لئے حضرت محمدؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے آپ کو خدا کا عبد کہیں۔ عبد کے معنے مخلوق کے ہیں جو اس امر کی کوشش کرتا ہے کہ خدا کے ساتھ مِلجائے +

کسی عبد کا اپنے اللہ کی عبادت کرنا اُس وقت تک تکمیل کو نہیں پہنچتا

جب تک کہ وہ اپنے افعال و اقوال سے یہ ثابت نہ کرے کہ وہ خدا کو ایک جانتا ہے، اور اُسے بیمثال اور بے نیاز خیال کرتا ہے بیشمار چیزیں اور انسان ایسے گذرے ہیں جنھوں نے بڑی کامیابی سی اپنی پرستش کروائی ہے۔ لیکن عبد اصلی معنوں میں وہی ہے جو اسباب کا خیال رکھے۔ کہ اس قسم کی پرستش کو وہ رنگ نہ دیا جائے جو صرف خدائے واحد کے لئے مخصوص ہے۔ ہم اپنے دنیاوی مقبوضات سے محبت رکھتے ہیں۔ اور بعض اوقات ہماری اپنی زندگی ہی ہمارا ہمیشہ کیلئے نصب العین ہوتی ہے۔ اور ان کے تعلقات میں ہم محو ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ممکن ہے کہ اس ظاہری جھوٹی چمک سے ہم گمراہ ہو جائیں یہ ایک خطرہ کا مقام ہے۔ اور ہمارے اصلی اور صحیح مدعا یعنے روح کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس عارضی باتوں میں محو غرق ہو جانے سے ہم اپنی روح کی ترقی اور عروج کو ہاتھ سے کھو سکتے ہیں۔ جو اس خدا کی عبادت کرنے اور اسمیں محو ہو جانیسے ملتا ہے جسے احد کہتے ہیں +

کیا کبھی ہم نے غور کیا ہے کہ تمام جہان کے مسلمان کیوں دن میں اکثر دفعہ اپنی نمازوں میں آیات بالا کو پڑھتے ہیں۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ قادر مطلق کا درجہ اُسے بیمثال و بے ہمتا کہنے سے بڑھتا ہے۔ بلکہ خدا چاہتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اسکی تسبیح و تمجید کر کے عروج روحانی حاصل کرے ہمیں اس کام کیلئے اہل بنانے کے واسطے خدا تعالےٰ نے اعلےٰ سے اعلےٰ طاقتیں دے رکھی ہیں۔ ان صفات اور قویٰ کا استعمال کرنا نہایت لازمی ہے اور یہی صحیح عبادت ہے۔ جس سے ہم ترقی کر سکتے ہیں۔ ایسی قومیں موجود ہیں جو کمال کو حاصل کرنا ایک قومی فرض خیال کرتی ہیں لیکن مسلمانوں کے لئے یہ امر بالکل مذہبی ہے۔ اگر ہم اس اہم فرض کو جو ہمارے ذمہ کر دیا گیا ہے نظر انداز کر دیں تو گویا ہم نے اپنے اس زندگی میں آنے کی بڑی غرض کو مفقود کر دیا خدا کی دوسری صفت صمدیت ہے یعنے بے نیازی۔ جو لوگ مکھیوں کی طرح دوسروں کے ارد گرد جمع رہتے ہیں۔ اور ان کے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ وہ اس خدا کی چنداں تکریم نہیں کرتے جس نے انہیں خاص طاقتیں دیں تاکہ وہ انہیں استعمال

کر کے خود اپنا مدعا حاصل کریں۔ اسلام کے لئے وہ دن نہایت ہی تاریک تھا جبکہ اس کے پیرووں نے اس تعلیم کی غرض کو بھلا دیا اور سست ہو گئے۔ اسلام کی طرح وہی مذہب سچا ہو سکتا ہے۔ جو لوگوں کو یہ تعلیم دے کہ وہ عملی طور پر خدا پر جو بے نیاز ہے پورا پورا بھروسہ رکھیں +

لم یلد و لم یولد سے خدا تعالےٰ کی تسلیم کردہ اور صحیح صفت کا اظہار ہوتا ہے

میری اس سے یہ غرض نہیں کہ تم اپنے تمام ایسے مذاہب کو پس پشت ڈال دو۔ جن میں خدا کے باپ ہونے یا اس کے بیٹا ہونے کے متعلق دلچسپ قصے ہیں۔ بلکہ میں بتلانا چاہتا ہوں کہ یہ سادہ آیت کسقدر پُر معنی ہے۔ اسی آیت سے قرآن کے اللہ اور دیگر مذاہب کے خدا کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ قرآن ہی ہمیں ایسا معیار بتاتا ہے۔ جس سے سچے خدا کو ہم پرکھ سکتے ہیں۔ خدا کا صرف باپ یا بیٹا ہی نہیں بلکہ اس کا کوئی بھی رشتہ دار نہیں جس کی وجہ سے اس کے دنیاوی باپ یا بیٹا ہونے کا شائبہ بھی پیدا ہو۔ اصل بات تو یہ ہے کہ وہ رُوح القدس کے ذریعہ سے بھی اولاد پیدا نہیں کرتا۔ خدا کی بے مثالی ایک ایسی صفت ہے جو انسان کے وہم و گمان میں کسی دوسری ہستی کو گھسنے نہیں دیتی۔ وہ حقیقت میں سچا نے ہمتا ہے +

سِلاجیت (مومیائی)

یہ بے ضرر زود اثر مفرد دوائی صدر درجہ کی مقوی اعصاب و معدہ ہے جگر گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے۔ زکام پیچش۔ درد کمر و گردہ کو بھی جو ریح یا چوٹ کے باعث ہوں دور کرتی ہے تمام دن کی محنت کے بعد بہت کم تھکاوٹ اسکے استعمال سے ہوتی ہے مرد و زن۔ بچہ و بوڑھا ہر موسم میں بلا تمیز استعمال کر سکتے ہیں قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ مر) خوراک ایک تا دو رتی حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں +

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ جس میں معاشرت کا فوٹو۔ علمی۔ ادبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہائے زندگی کا دلکش مرقع حسین خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب مارمیڈیوک پکتھال جناب ایس ایچ لیڈر مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین جو نہایت قابل دید ہیں اور آنحضرت کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت مجلد ۱ار

المشتہر خواجہ عبد الغنی مہتمم اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

قرآن شریف میں نوحؑ کا تذکرہ

لقد ارسلنا نوحًا الی قومہٖ فقال یٰقوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہٍ غیرہٗ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم ۰ قال الملا من قومہٖ انا لنرٰک فی ضلٰلٍ مبین ۰ قال یٰقوم لیس بی ضللۃ و لکنی رسولٌ من رب العٰلمین ۰ ابلغکم رسٰلٰت ربی و انصح لکم و اعلم من اللہ ما لا تعلمون ۰ او عجبتم ان جاءکم ذکرٌ من ربکم علٰی رجلٍ منکم لینذرکم و لتتقوا و لعلکم ترحمون ۰ فکذبوہ فانجینٰہ والذین معہٗ فی الفلک و اغرقنا الذین کذبوا باٰیٰتنا انھم کانوا قومًا عمین ۰ ترجمہ - بیشک ہم ہی نے نوح کو انکی قوم کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا تو انہوں نے (لوگونکو جا کر) سمجھایا کہ بھائیو اللہ (ہی) کی عبادت کرو (کیونکہ) اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں (اور اگر تم میرا کہا نہ مانو گے تو) مجھ کو تمہاری نسبت (قیامت کے) بڑے (ہولناک) دن کے عذاب کا (سخت) خوف ہے (اس پر) وہ لوگ جو انکی قوم میں سردار تھے لگے کہنے کہ ہمارے نزدیک تو تم صریح گمراہی میں (پڑے) ہو (اس پر نوح نے) کہا - بھائیو! مجھ میں تو گمراہی (کی کوئی بات) ہی نہیں - بلکہ میں تو پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچاتا ہوں اور تمہارے حق میں خیر خواہی کرتا ہوں - اور میں اللہ (کے بتانے) سے ایسی (ایسی) باتیں جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے - کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تم ہی میں سے ایک شخص کی (یعنی میری) معرفت تمہارے پروردگار کا ارشاد تم کو پہنچا تاکہ وہ تم کو (عذاب خدا سے) ڈرائے اور تاکہ تم (خدا کے غضب سے) بچو اور تاکہ (آخر کار) تم پر رحم کیا جائے - باایں ہمہ لوگوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے نوح کو اور ان لوگونکو جو کشتی میں انکے ساتھ (سوار) تھے (طوفان سے) نجات دی - اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا (انکو) غرق کر دیا (کیونکہ) وہ لوگ (کفر کی وجہ سے) اندھے (ہو رہے) تھے ◆

قرآن مجید میں نوح کا تذکرہ ذیل کے مقامات میں آیا ہے :-

سورہ آل عمران آیت ۳۲ + سورہ الانعام آیت ۸۵ + سورہ الاعراف آیات ۵۹ - ۶۴ + سورہ یونس آیات ۷۱ -
۷۳ + سورہ ہود ۲۵ - ۴۸ + سورہ ابراہیم آیت ۹ + سورہ بنی اسرائیل آیت ۳ + سورہ الانبیا ۷۶ - ۷۷ +
سورۃ المومنین ۲۳ - ۲۹ + سورۃ الفرقان آیت ۳۷ + سورہ الشعرا آیات ۱۰۵ - ۱۲۲ + سورہ العنکبوت
آیات ۱۴ - ۱۵ + سورہ الصٰفٰت آیات ۷۵ - ۸۲ + سورہ   آیات ۴۶ - ۵۳ + سورہ النجم آیت ۵۲ +
سورۃ القمر آیات ۹ - ۱۶ + سورۃ مجادلہ   التحریم آیت ۱۰ + سورۃ الحاقہ   سورہ نوح آیات ۲۸ +
طوفان اور کشتی نوح کا ذکر مفصل سورہ ہود آیات ۳۷ - ۴۸ اور سورہ المومنون آیات ۲۷ - ۲۹ +

مگر یہ امر قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید کل دنیا کے طوفان کے مسئلہ کا حامی نہیں - کیونکہ اسمیں صاف صاف لکھا ہے کہ نوح فقط اپنے قوم کیلئے بھیجے گئے یعنی دوسری قوموں کے لئے نہیں بھیجے گئے - کلام پاک میں آیا ہے کہ جس قوم کی طرف نوح کو بھیجا - اُسی نے اسے دروغگو قرار دیا - اور جنہوں نے ہمارے پیغام کو جو نوح کے ذریعہ بھیجا گیا - رد کیا - انہیں غرق کر دیا گیا - اس سے ظاہر ہے کہ طوفان کا اثر نوح کی قوم پر پڑا نہ کہ تمام دنیا پر جیسا کہ انجیل کے مطابق اعتقاد رکھنا پڑتا ہے - پس اہم امور میں سے یہ ایک ہے جس پر قرآن مجید انجیل سے اتفاق نہیں کرتا - لیکن قرآن کریم راستی پر ہے +

قرآن میں انبیا کے حالات پڑھتے وقت اسبات کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف کا مقصد واقعات کا بیان کرنا ہی نہیں بلکہ مختلف قوموں کی تاریخ کی خاص خاص باتوں کو ظاہر کرتا ہے - اور ان واقعات کو بتلانا ہے جنمیں پیشگوئی کے رنگ میں ہمارے پاک رسول صلعم کی زندگی کی طرف اشارہ ہے اور سچائی و راستی سے انکار کے نتائج سے عام طور پر ڈرایا گیا ہے - قرآن میں انبیا علیہم السلام کے پیغام کی تصنیف نہیں دیگئی - اور نہ یہ تفصیل کے ساتھ بتلایا گیا ہے کہ کس طرح اسکا استقبال لوگوں نے کیا - اسمیں صرف مجملاً یہ لکھا ہے کہ ہر ایک پیغمبر نے خدا کی وحدانیت کی تعلیم دی - اور تقوے اور پرہیزگاری پر زور دیا - اور ہر ایک کی سخت مخالفت کی گئی لیکن اخیر میں ہر ایک راستے کو قائم کرنے میں کامیاب ہوا - ان پیغمبروں کے حالات کا لب لباب کم و بیش یہی ہے جنکا تذکرہ قرآن حمید میں آیا ہے پیغمبروں کی تاریخیں اور تذکرے حضرت محمد صلعم کے تجربہ کی بنا پر نہیں لکھے گئے جیسا کہ ایک عیسائی نقطہ چین لکھتا ہے - لیکن یہ تذکرے پیغمبروں کے رنج بھرے تجارب ہیں جو حضرت صلعم کے تجربہ کی طرف برنگ پیشگوئی اشارہ کرتے ہیں - یہ امر اس سے واضح ہوتا ہے کہ پیغمبروں کے تذکرے جنمیں ان کے دشمنوں کی تباہی کا ذکر ہے - ان آیات میں ہیں - جن کا نزول مکہ میں ہوا - درانحالیکہ مکہ میں اس وقت رسول پاک صلعم کے دشمن نہایت زبردست تھے - اور حضرت صلعم کو اپنے کام میں بظاہر کسی قسم کی کامیابی نہ تھی لیکن مدینہ میں جب سورتیں اتریں تو اس وقت دشمن مغلوب ہو چکے تھے - اور اس وقت پہلے انبیا کے اور انکے مخالفوں کے

+ [illegible]

خطبات لندن مسلم نمازگاہ

مذہب کی غرض و غایت اور اُس کا نچوڑ

از جناب شیخ محمد صادق ڈڈلے رائیٹ

کسی زبان کے الفاظ غالباً اِس طرح نازیبا طور پر استعمال نہیں کیئے گئے جس طرح کہ لفظ مذہب۔ بہت کم ایسے لوگ ہیں جو باوجودیکہ وہ کبھی بھی گرجا کی دہلیز تک نہیں گئے لیکن وہ اپنے تئیں لا مذہب کہلانا پسند نہیں کرتے۔ اور خواہ وہ مذہبی احکام و رسوم کی پابندی میں سب سے زیادہ قاصر ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر وہ چاہتے ہیں کہ لوگ انہیں پارسا خیال کریں خواہ ایسی صفت ان میں بالکل مفقود ہی ہو۔ اس قسم کے برائے نام مذہبی اشخاص میں اکثر کے نزدیک مذہب فقط ایک فلسفہ ہے۔ یعنے ایسی چیز جس پر گفتگو اور بحث توکیجائے۔ مگر اس پر عمل نہ کیا جائے۔ اس شش کرنیوالی قوت کی عدم موجودگی کا باعث یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ عیسائی مذہب کے بعض احکام کی پابندی بوجہ ان کے ناقابل عمل ہونے کے جزوی طور پر ہی انسان کر سکتا ہے۔ ان کے متعلق دلائل اور براہین کی اس قدر بھرمار رہی ہے کہ انکی ابتدائی حالت جس قدر بھی قابل عمل تھی وہ تبدیل ہو گئی ہے اور اب اسے اصلی حالت میں دلائل سے دکھلانا مشکل ہو گیا ہے۔ مثلاً تثلیث یا معصومیت حضرت مریم و پاپاء اعظم پر اعتقاد خواہ وہ کیسا ہی محکم کیوں نہ ہو انسان کے چال چلن اور زندگی پر کیا عملی اثر رکھ سکتا ہے کلیسیاء انگلستان کے قائم کردہ انتالیس مسائل اور پاپاء روما کے صادر کردہ احکام اور ویسٹ منسٹر کے گرجا میں جا کر گناہ کا اعتراف کرنے میں کونسی ایسی بات ہے جو دل کو خوش کرتی ہے یا مذہبی زندگی کا اس سے عملی ظہور ہوتا ہے۔ پھر کیا مذہبی رسوم یا عہدہ کیلئے کسی خاص رنگ یا وضع کے لباس کے متعلق بحث کرنا ہمیں تحریص سے بچا سکتا ہے۔ اور کیا ہمیں اس عقیدہ کے ماننے یا اس کے اظہار سے جو ہمیں ہزار سال پہلے سکھاتا تھا۔ کہ جب تک انسان صدق دل

ایمان نہ لائے اسے نجات نہیں مل سکتی۔ دنیا میں کامل زندگی بسر کرنے کے لئے کوئی عملی ہدایت مل سکتی ہے ۔

آؤ ہم دیکھیں کہ مذہب کسے کہتے ہیں۔ اسکی کیا اصلیت اور کیا غایت ہے کون اس کا بانی اور کون اس کے متبع نہیں۔ رسول کریم صلعم حضرت محمد صلعم نے فرمایا۔ کہ مذہب ایک ہدایت نامہ ہے۔ اسکی غرض پاکیزگی یا بالفاظ دیگر یہ خدا کی طرف سے استفادہ شدہ ہے۔ اور انسان کو خدا کی راہ بتاتا اور اُسے اس سڑک پر کھڑا کرتا ہے جس پر اُسے چلنا چاہئے۔ اور ضروری ہے کہ اسمیں دونوں عملی اور علمی پہلو ہوں۔ اور وہ پرستش اور عظمت کی وجہ سے نہایت ممیز مذہب خدا کی طرف سے ہونا چاہئے۔ اور اس سے خدا کا پتہ ملنا چاہئے۔ اسمیں نجات کا طریق صریح اور صاف طور سے بیان کیا جانا چاہئے۔ اور کسی قسم کی بیہودہ بات اسمیں نہ ہونی چاہئے سچے مذہب میں کوئی بات ایسی نہیں ہوتی جو فہم سے بالاتر ہو۔ اور انسان اُسے نہ سمجھ سکے اس مذہب نے جو رسومات کا مجموعہ ہے قدیم زمانہ کے قومی رواجات سے بہت کچھ لیا ہے جنہیں شامل نہ ہونا ایک قسم کی بےعزتی تھی۔ لیکن شمولیت کے لئے ضروری تھا کہ بعض ہمارے صحیح اصولوں کو مانا جائے۔ اسکے بعد اعلے مدارج کی طرف ترقی بعض روحانی باتوں کو جو سکھلائی جاتی تھیں اچھی طرح یاد کرنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی تھی۔ مذہب کا سب سے اہم کام چال وچلن کا بنانا ہے۔ نہ کہ صرف اعتقادات کا سکھلانا۔ رواجات جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ وہ امور لاینحل کے مترادف نہیں۔ کیونکہ سچا مذہب تو خدا کی طرف سیدھی راہ دکھلاتا ہے اور اسمیں کوئی ایسی بات یا عقیدہ نہیں ہوتا جو عقل میں نہ آسکے۔ بہت سے مذاہب کے مواعظ صداقت کے پھیلانے کے لئے اس قدر سرگرم نہیں رہے جسقدر کہ وہ اپنے خیالات کے قائم رکھنے کے لئے رہے ہیں۔ پس اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب جس سے کہ وحدت پیدا ہونی چاہئے تھی۔ حد درجہ کے فساد کا موجب بنگیا۔ اور یہ فساد صرف ہمارے گھروں میں یا ہماری ذات تک ہی محدود نہیں رہا۔ بلکہ قومیں بھی اسمیں مبتلا ہو کر جرم اور خونریزی کی مرتکب ہوئی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ مذہب بجائے اسکے کہ وہ لوگوں کو نیکی اور ادائیگی فرائض کی ترغیب دیتا۔ قوموں کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن گیا ہے ۔

انسانی خواص پر تحقیقات اور بحث کرنے والے مصنفوں کو بھی ماننا پڑا ہے کہ ہر قوم اور ہر زمانہ میں انسان کی رُوح میں طبعاً کسی اعلیٰ ترین ہستی اور ایسی طاقت کے ساتھ جو آنکھ سے اوجھل ہے تعلق پیدا کرنے کی خواہش ہے - یہی خواہش مذہب کا بُنیادی پتھر ہے - اور اسلام نے اس طاقت کا نام اللہ رکھا ہے - اور یہ نام کسی دوسری قابل پرستش شے کو نہیں دیا جاتا - مسلمان اپنی تمام عبادات اور تکریم صرف اُسی طاقت کی کرتے ہیں - اور اُن کے جسم کا ذرہ ذرہ اللہ کی محبت اور عبادت سے درخشاں ہے جو ان کا خالق اور رب ہے - اللہ کسی خاص قوم یا فرقہ کے خدا کا نام نہیں - وہ ایک جہان نہیں بلکہ تمام موجودات حال - ماضی و مستقبل کا مالک اور پیدا کنندہ ہے - امام غزالی رحمتہ اللہ اللہ کی نسبت یوں فرماتے ہیں - اللہ وہ ذات ہے جس کا کوئی شریک نہیں - وہ یکتا بےمثال ہے وہ قدیمی و ابدی ہے اس سے پہلے کوئی نہیں وہ لازوال ہے اس کا انجام نہیں وہ جس کی حمد کرنی چاہئے - زندہ جبار اور طاقتور ہے - نہ کبھی اُسے اونگھ آتی ہے اور نہ وہ سوتا ہے - اور زوال اور تغیر سے اس کی ذات پاک ہے - اسی کی سب سلطنت و شوکت عزت ہے وہی خالق اور احکم الحاکمین ہے تمام آسمان اس کے دہنے ہاتھ میں ہیں - اور تمام مخلوقات اسکے قبضۂ قدرت میں ہے وہ ہمہ دان ہے اور جو کچھ بھی زمین و آسمان میں ہوتا ہے - اُس کا اسے علم ہے - حتّٰے کہ ایک چیونٹی کا وزن بھی اس سے مخفی نہیں - اور ایک سیاہ چیونٹی کو سخت پتھر پر اندھیری رات میں چلتا ہوا دیکھتا ہے *

قرآن سب کا سب اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے - اور سُورہ بیالیس میں لوگوں کو خدا کی ہستی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے - ہمارے روزمرہ کا لفظ باپ اس معنی نہیں رکھتا جو وہ تمام جہان کا خداوند ہے - اسکی حکومت لاشریک غیری ہے - باپ کے لئے بعض فرائض اور پابندیاں ہیں لیکن اللہ اس سے پاک ہے - وہ اپنی مخلوق کے ساتھ محبت اور رحم سے برتاؤ کرتا ہے - نہ کہ کسی پابندی کی وجہ سے - وہ رحمٰن اور رحیم ہے - اسکی محبت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا - وہ اپنی محبت کے معاوضہ میں کچھ نہیں چاہتا اور نہ انسانی خون کا چڑھاوا طلب کرتا ہے - باوجود اس کے وہ واحد حاکم ہے - خدا کی وحدانیت تمام سچے مذاہب کا بُنیادی پتھر ہونی چاہئے - نہ تو کوئی اس سے پیدا ہوا - اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا - اور وہ بےمثال ہے - خدا کے متعلق اس سچے علم کی تجدید کرنا حضرت نوحؑ -

حضرت ابراہیمؑ - حضرت موسیٰ - حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلعم کا ایسا ہی فرض تھا جیسا کہ تمام دیگر انبیاء علیہم السلام کا - دُنیا کی اس وقت کی حالت کی نسبت جبکہ حضرت محمد صلعم عہدۂ رسالت پر مامور ہُوئے ایک عیسائی مبلغ مسمی پادری ڈبلیو سینٹ کلیر ٹسڈل صاحب کی کتاب ہلالی مذہب کے صفحہ ۷ پر یوں درج ہے -

حضرت محمدؐ اپنے دعوئے نبوت کے وقت سے ہی ہر ایک قسم کے شرک اور بُت پرستی کے ازحد دشمن تھے - اور اگر دنیا کو کسی بُت شکنی کی ضرورت محسوس ہوئی ہے تو یہ اُسی وقت ہی تھی - مکّہ کے پُرانے معبد میں تین ۳ سَو ساٹھ بُت تھے - جو قمری سال کے ہر ایک دن کے لئے ایک تھا - اور عیسائی کلیسیا جو اسا ہے میں نقشہ پیش کرتا ہے - اس کا تو ذکر ہی نہیں - علاوہ ازیں ستارے اور دیگر اجرام فلکی کی بھی پرستش کیجاتی تھی - اور عرب کی ہر ایک قوم نے اپنے اپنے مقامی دیوتا سے اُس گھر کو بھر دیا تھا جسے کہ خدا کا گھر کہا جاتا تھا - اور جو کہ اس وقت ایسا بُت کدہ بن گیا تھا جس میں کہ عیسائیوں کے بُت بھی پُوجے جاتے تھے - جب حضرت محمدؐ نے سنہ ۶۳۰ء میں مکّہ فتح کیا - اور قریش مغلوب ہُوئے - تو کہتے ہیں کہ آپؐ کعبہ میں داخل ہُوئے - اور تمام بُتوں کو توڑ ڈالا اور تمام تصاویر کو بھی جو وہاں تھیں مٹا دیا - اس وقت سے آج تک ہر ایک سچے مسلمان کے دل میں بت پرستی سے نفرت ہے +

جب حضرت مسیح نے اپنا رسالت کا کام شروع کیا تو اس وقت بھی اسی قسم کی حالت تھی - اور ہیکل سے صرافوں کو بھی جو اسکے مقدس حُدود میں داخل ہو گئے تھے نکالنا پڑا تھا - اب دیکھنا ہے کہ عیسائی دُنیا کی اس وقت کیا حالت ہے - ہر ایک مذہبی تحریر نہایت افسوس اور درد دل سے اس امر کا اعتراف کرتی ہے کہ کلیسیا نے انسانوں کے لئے اپنا فرض ادا نہیں کیا +

اخبار دی چرچ ٹائمز اپنے حال ہی کے ایک افتتاحیہ مضمون میں یوں رقمطراز ہے :-

"لوگوں کے پاس یہ بات ظاہر کرنے کے وجُوہ ہیں کہ چرچ آف انگلینڈ (کلیسیائے انگلستان)

باوجود اسکے کہ جنگ کے عظیم طوفان نے اُسے بہت سے موقعے دیئے بہت بری طرح سے ناکام رہا ہے۔ اور حقیقت میں یہ موقعہ کے مطابق کام نہیں کرسکا +

اسی اخبار میں ایک لیکچر کا ذکر ہی جو کہ سر رابرٹ نیوبین نے دیا تھا۔ وہ حال ہی میں علاقہ واکز ہیٹر کی طرف سے ممبر پارلیمنٹ منتخب کیا گیا اور کلیسیا کا بڑا سرگرم ممبر خیال کیا جاتا ہے۔ اس نے اس سوال کا جواب کہ آیا انگلستان عیسائی ہے۔ اس پر مسٹر موصوف نے بڑے زور سے نفی میں جواب دیا ہے +

دیگر ممالک یورپ کی طرح انگلینڈ بھی برائے نام عیسائی ہی حضرت مسیح کے مذہب پر عمل پیرا ہونے کے بجائے مسز گرنڈی کی رسم کے طور پر عزت کیجاتی ہی۔ اس وقت ہمیں خطرناک منظر دکھائی دیتے ہیں۔ مثلاً تعلیم کے متعلق نئی تجاویز میں قومی زندگی کے مذہبی پہلو کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ اور اس تجویز سے کہ تمام گرجے اتوار کی شام کو بند کئے جائیں۔ تاکہ کوئلہ اور گیس کا زیادہ خرچ نہ ہو ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سچی عیسائیت کی کوئی قدر نہیں۔ اور لُطف یہ ہے کہ تماشگاہوں کے متعلق کوئی اس قسم کی تجویز پیش نہیں کیگئی صاحب موصوف کو اسمیں بھی شبہ ہے کہ لڑائی کے چھڑ جانے کے بعد عبادت کرنیوالوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ اور وہ کہتا کہ لڑائی کے خاتمہ پر پھر انتظام کو از سر نو قائم کرنے میں امیر اور غریب کے درمیان خود غرضانہ کوششوں کو مد نظر نہ رکھنا چاہئے۔ بلکہ مذہبی اصُول کی پابندی چاہئے +

اگر کلیسیا کا تعلق مذہبی اصُولوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور دکانداری یا بقول آرنس صاحب نمائشی رسُومات نہ ہوتیں۔ تو اسکی حالت دگرگوں ہوتی۔ اب لوگوں سی کہا جاتا ہے کہ خدا کی طرف رجوع کرو۔ مگر اس التجا میں اپنی ناکامی کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لوگ خدا سے دُور چلے گئے ہیں کیونکہ بجائے اسکے کہ مذہب سے انسان کی رُوحانی طاقتوں کو عملی طور پر نشوونما کرتا۔ وہ ایک رسمی تحریر یا سلسلہ تحریرات متعلقہ رواجات بنگیا ہے حضرت مسیح کے پیرو اپنے رہنما کے بالکل مشابہ نہیں رہے۔ عیسائیت کو بدھ مذہب کی طرح اصحاب پادری کی مداخلت سے نقصان پہنچایا ہے۔ اسیطرح اسلام پر حملہ کرنے کی

کوشش کی گئی تھی جو ناکام رہی۔ الہام جو خدا کی طرف سے انسان پر سب سے بڑا انعام ہے کسی خاص انسان اور قوم کیلئے یا کسی خاص زمانہ کیلئے مخصوص نہیں۔ یہ برابر جاری ہے مگر خدا کی طرف سے یہ کبھی کو اتفاقیہ طور پر ہی نہیں ملتا۔ حضرت مسیح کو پیغمبری کا منصب اس وقت عطا کیا گیا۔ جبکہ انہوں نے ویرانہ میں چالیس دن متواتر روزے اور عبادت میں خرچ کئے حضرت محمد صلعم بھی جب غار حرا کے اندر صوم و صلوٰۃ میں مصروف تھے تو جبرائیل فرشتہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہیں رسالت کی اطلاع دی۔ عبادت اور روزہ ہی سچے مذہب کے وہ ضروری اصول ہیں لیکن عبادت کے متعلق جس قدر غلط فہمی سی پیدا ہوئی ہے۔ اتنی کسی دوسرے روحانی عمل کے متعلق نہیں ہوئی۔ اسلام نے نماز کا حکم اسلئے دیا ہے کہ انسان کی اخلاقی حالت عروج کی طرف جائے۔ اگر پرستش کو ہمیشہ صحیح شکل میں دیکھا جاتا تو بہت کچھ غلط فہمی اور الزامات سے نجات ملجاتی۔ عبادت اس صفائی قلب کا ایک صحیح طریقہ ہے جس کے ساتھ ملاپ ہوتا ہے۔ اس سے اس غیر متغیر ذات میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا اثر اللہ تعالےٰ پر نہیں بلکہ اس پر ہوتا ہے جو عبادت کرتا ہے۔ کیونکہ اس سے وہ قادر مطلق کی رضا کے ساتھ چلتا ہے۔ مسٹر والڈن علاوہ منسٹر وس کے سردار مہنت کی نسبت وہ کہتے ہیں کہ روحانی اضطراب کے وقت وہ اپنے تئیں زمین پر گراتا اور نہایت جوش سے دعا مانگتا۔ جب وہ دعا مانگ کر اٹھتا وہ اس تاریکی سے نجات پاتا جو اسکی روح کے چاروں طرف اسے معلوم ہوتی۔ اور اسکی روح معاً روشنی اور شوق اور ناقابل فرح سچی خوشی سے بھر جاتی اور وہ خدا کی صفات کا شکر اور حمد اس طرح دلی فرحت کے ساتھ کرتا کہ اسے ایک حد تک وہ لذت حاصل ہوتی جو خدا کے بندوں کو نصیب ہوتی ہے طالمود میں اس مذہب کی نسبت پیشگوئی کی گئی ہے جو کسی کی طرف سے خاص عنایات کا محتاج نہیں لیکن عبادت کرنا اور پاک زندگی بسر کرنا سکھاتا ہے جس کی رو سے عبادت کرنا ہی زندگی ہے اور چال چلن کے معنے اعلےٰ قربانی ہے۔ اسمیں اس زمانہ کے متعلق بھی پیشگوئی ہے جبکہ یہودیوں کی عبادتگاہوں میں عبادت کا نام تک نہ ہوگا۔ صرف شکریہ کے چند الفاظ وہاں سنائی دیں گے۔

عبادت و دُعا بیکاری کے مترادف یا بیکار رہنے کے لئے بہانہ نہیں ہی حضرت محمدؐ نے فرمایا "اعقل بہ توکل" یعنی اپنے اُونٹ کو پہلے باندھ کر رکھو اور پھر خدا پر بھروسہ کرو۔ اسی مطلب کو لورکرومول صاحب نے بعد میں اس طرح ادا کیا ہے کہ اپنا دارو ستہ تیار رکھو اور پھر خدا پر بھروسہ کرو +

ایک اور مُورخ لکھتا ہے کہ دُعا کرو اور اِس طرح کہ گویا ہر ایک بات خدا ہی پر منحصر ہے لیکن کام اس طرح کرو کہ گویا ہر ایک چیز کا انحصار تمھیں پر ہے۔ لڑائی میں فتحیابی انہیں کو نصیب ہوتی ہی جو اعلےٰ درجہ کی تیاری کرتے ہیں۔ اور بڑے مدبرانہ طرز پر لڑتے ہیں اور بڑے استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں مسلمانوں کا کم از کم پانچ دفعہ مکہ معظمہ کی طرف مُنہ کرکے کھڑا ہوتا۔ تاکہ اس اعلیٰ ہستی یعنے اللہ تعالےٰ کی رضاجوئی خاک پر اپنی پیشانی رکھ کر کیجائے۔ ایک معمولی رسم ورواج نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی تعریف وحمد کیجاتی ہی۔ اور درخواست والتجا کیجاتی ہی وہ رہنمائی کرے +

بدی سی بچنے کیلئے روزہ ہی ایک ذریعہ ہی۔ اسکی غرض صرف یہ نہیں کہ خورد نوش سے پرہیز کیا جائے بلکہ تمام قسم کی بدیوں سے بچنا ہے۔ اور یہودیوں کا مذہب بھی یہی سکھاتا ہے۔ اور یہ ایک قسم کی مشق ہی جسے کہ عیسائی کلیسیا کے بہت بڑے حصے نے نظر انداز کرنا پسند کیا ہے۔ باوجود اسکے بانیٔ مذہب اور اسکے ساتھیوں کا نمونہ اور ان کا قطعی فرمان خاص بُرائیوں کا علاج عبادت اور روزہ ہی قرار دیتا ہے +

سچے مذہب کا عملی ظہور خیرات ہے۔ انگلینڈ کو اس قدیم قانون پر فخر ہے جو غُربا پروری کے خیال سے وضع کیا گیا ہی۔ اور جسے مذہب کے اصول متعلقہ خیرات کا قائمقام کہا جاسکتا ہے۔ ملکۂ الزبتھ کے عہد تک انگلستان کے غُربا۔ گرجا کی ملکیت سمجھے جاتے تھے۔ اور انکی ضروریات وہ لوگ بہم پہنچاتے تھے جو اس حکم کو یاد رکھتے تھے کہ غربا ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔ پارلیمنٹ نے جو قانون سنہ ۱۶۰۱ع میں جاری کیا۔ اسمیں غُربا کی امداد کے لئے زمینوں اور مکانات کے قابضوں پر جبری محصول کا اصول قائم کردیا تھا۔ مگر اسلام میں خیرات کا دینا ایسا ہی ضروری فرض ہی جیسا کہ نماز اور روزہ

اور اس کے متعلق قرآن مجید میں ہدایات ہیں +

مختصر طور پر مذہب کی اصلیت اور غرض یہ ہے کہ پہلے ایک ایسی طاقت پر ضروری طور پر ایمان لایا جائے جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے - اور جو انسان کو روحانی منزل کی طرف رہنمائی کرتی ہے - وہ قائم بالذات ہے اور تمام انسان سے بالاتر - صرف ہم ہی نہیں بلکہ تمام جاندار اور بیجان اللہ تعالیٰ کی خالقیت پر ہر وقت منحصر ہیں - اس تک انسان ہر وقت اور ہر حال میں بذریعہ دُعا پہنچ سکتا ہے - اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے نہ تو کسی خاص قسم کی مقدس رسومات کی ضرورت ہے - اور نہ گوشت اور خون کی قربانی سے اُسے رشوت دینے کی حاجت ہے

نہایت قابل عزت وہ لوگ ہیں جو عبادت کرتے ہیں - جن کی مسجد ہر جگہ اُنکے اندر ہی ہے جو دنیا کے عیش و عشرت کے شور کے درمیان جنگ کے سخت قواعد کی موجودگی میں - چلتے جہازوں پر - بھرے بازاروں میں - ممالک غیر میں خواہ وہ کتنے ہی دور ہوں - اور خواہ وہاں کے خیالات عادات لباس اور گفتگو کیسے ہی مختلف ہو - اپنا مُصلے بڑے اطمینان سے بچھا کر بڑی عاجزی سے مکہ کی طرف اپنا مُنہ کرتے ہیں - اور تمام گرد و پیش کی چیزوں کی طرف سے آنکھ بند کر کے اور تمام توجہ کو منتشر کرنے والی آواز سے کانوں کو بند کر کے خدا کی عبادت ایک سادہ زبان میں کرتے ہیں - اور روحانی حالت میں خدا کی طرف اُڑتے ہیں - اور نماز میں قیام کے وقت ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا جلال میں لپٹے ہوئے ہیں +

پروفیسر ہکسلے آنجہانی نے ایک دفعہ یوں تحریر کیا - کہ

اس قسم کے گرجے کی ہستی کا خیال میرے دل میں آسکتا جہاں ہر ہفتہ عبادت کیجائے جہاں علم الہیات کے خشک مسائل نہ دہرائے جائیں بلکہ جہاں انسان اپنے دل میں سچے منصف اور پاک زندگی کا تصور جما سکے یعنے ایسی جگہ جہاں روزمرہ کے تفکرات سے تھکے ماندے اعلےٰ زندگی کے دھیان میں لحظہ بھر کے لئے آرام حاصل کر سکیں - یہ اعلیٰ زندگی گو ہر ایک پا سکتا ہے لیکن بہت تھوڑوں کو نصیب ہوتی ہے - اس جگہ کاروباری اور جھگڑالو آدمیوں کو اس امر کے سوچنے کا موقعہ ملتا ہے کہ اطمینان اور ہمدردی کے مقابلہ میں وہ معاوضہ جس کے لئے وہ مارے مارے پھرتے تھے کتنا ہی کم قدر ہے - یقین رکھو کہ اگر اس قسم کا گرجا قائم ہو جائے تو کوئی شخص بھی اسکو ویران کرنے کی کوشش نہ کریگا +

دہریوں کیلئے ایک دلچسپ مطالعہ

(الف)

آؤ ہم اپنے نفس کا مطالعہ کریں۔ کیا ہمیں طرح طرح کے تقاضے اور طرح طرح کی ضروریات لگی ہوئی نہیں۔ کیا ہم رات دن اپنی خواہشات کے پورا کرنے کے لئے نہیں لگے رہتے۔ ہماری تو ساری زندگی ان ذرائع کو بہم پہنچانے میں صرف ہو جاتی ہے جن سے یہ طبعی ضروریات پوری ہوں وہ جس کا نام ہم نے تہذیب و تمدن رکھا ہوا ہے۔ وہ بھی ہمارے ان تقاضوں کی خواہشوں کو پورا کرنے کا نتیجہ ہے جس کا نام ہم نے خوشی رکھا ہوا ہے۔ وہ بھی تو ان خواہشوں کے پورا کرنے کا نام ہے مصیبت و تکلیف کیا ہے کسی ضرورت کا پورا نہ ہونا الغرض ضرورت اور دفع ضرورت تمام راحت و رنج کے فلسفہ کو ختم کر دیتے ہیں۔ آؤ کائنات کا مطالعہ کریں ہمیں یہی دو ہی باتیں نظر آتی ہیں۔ ایک طرف ہم میں ضرورت دوسری طرف صحیفۂ قدرت میں اس ضرورت کے دفعیہ کے اسباب ہم کان رکھتے ہیں۔ آنکھیں رکھتے ہیں۔ آنکھیں خوشنما منظر اور کان دلکش آوازیں چاہتے ہیں۔ فن موسیقی اور فن مصوری ان حوائج کو پورا کرنے کے لئے موجود ہیں۔ ہم اچھی اچھی چیزیں کھانی اور پینی چاہتے ہیں۔ اور ہم نے کُل دُنیا جہان کو ان چیزوں کے مہیا کرنے کے لئے چھان مارا ہے۔ ہم میں اور تقاضے بھی لگے ہوئے ہیں۔ جن کے پورا کرنے کیلئے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے۔ ہم میں محبت اور رحم اور فیاضی کے جذبات بھی ہیں۔ ان تقاضوں کے پورا کرنے کے لئے خواہ کچھ ہی ہو ہم محل اور موقع پیدا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح کیا ہم میں کسی چیز کی تعریف کرنے کسی چیز سے خوش ہو جانے کسی کی شکر گذاری کرنے کی قوتیں نہیں کیا ہم جب یہ جذبات اپنے سینوں میں مشتعل پاتے ہیں۔ تو ان کو اظہار نہیں کرتے۔ اب مقام غور ہے۔ کہ وہ کونسی چیزیں ہیں کہ جن سے یہ جذبات یعنی جذبۂ شکر گزاری اور جذبۂ تعریف و ثنا ہمارے اندر موجزن ہوتا ہے خوب غور سے دیکھو تو حسن اور احسان ہی دو امور ہیں جو مدح و شکر گذاری کے محرک ہوتے ہیں۔ اور

ان ہی دو چیزوں سے انسانی خوشی کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ ایک سنگدل اور بےرحم انسان بھی خواہ ظاہر کچھ نہ کہے لیکن دل میں حسن و احسان کو دیکھ کر شکرگزاری و مدح و ثنا کی ایک لہر موجزن پاتا ہے۔ اگر ہم ہر قسم کی ضروریات پر ایک تبصرہ کریں۔ تو ہمیں یہ سمجھ آجائیگی۔ کہ ہماری تمام احتیاجات اور خواہشات کے دفعیہ کا سرچشمہ حسن و احسان ہی ہے یعنی ہماری ضروریات کا دفعیہ یا تو کسی ایسے وجود سے ہوتا ہے جس میں کوئی خوبی ہے۔ اور اس خوبی و حسن کے کسی شعبہ سے متمتع ہونا چاہتے ہیں یا ہماری ضروریات کا دفعیہ کسی کے احسان سے وابستہ ہے۔ لہٰذا ہم آٹھوں پہر حسن و احسان کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ جب ہمیں یہ میسر آجاتے ہیں۔ تو ان کے مقابل ہم شکرگزاری اور مدح سرائی کرتے ہیں۔ حسن کے مقابل مدح و ثنا اور احسان کے مقابل شکرگزاری لیکن بعض وقت حسن و احسان ہم کو بیجان چیزوں میں بھی نظر آتا ہے۔ تو پھر کیا اس حسن و احسان کی شکرگزاری یا تعریف کے لئے اس بیجان چیز کو مخاطب کرتے ہیں۔ ایسا کرنا ایک فعل نادانی ہوگا۔ مثلاً کسی تصویر کی خوبصورتی ہمیں ایک قسم کی مسرت اور خوشی دیتی ہے۔ تو کیا ہم اس تصویر کو مخاطب کر کے اسکی تعریف کریں یا اسکے شکرگزار ہوں نہیں ایسے وقت ہم اس شکرگزاری اور تعریف کے لئے اس کو دیکھتے ہیں۔ جس نے یہ تصویر کھینچی ہو۔ یا ہمیں وہی ہو کیا ہمارے چاروں طرف کائنات کے منظر ہمارے لئے موجب مسرت نہیں۔ ایک ادنے سے ادنے کائنات کی چیز اٹھالو۔ پھر کیا وہ اپنے اندر حسن و احسان نہیں رکھتی۔ کیا صحیفۂ قدرت کی دلچسپیاں آٹھوں پہر ہمارے اندر مدح کو تعریف کو پیدا نہیں کر دیتیں؟ پھر ان دلچسپیوں سے محفوظ ہو کر ہمارا دل شکریہ سے موجزن ہو۔ تو کیا یہ ایک غیر طبعی امر ہوگا لیکن جیسے کہ میں نے ابھی کہا ہے اظہار شکر و تعریف کے لئے ہم بیجان چیزوں کو مخاطب نہیں کرتے۔ ہم اسی کے مشکور ہوتے ہیں۔ جو ذی عقل ہو۔ اسی صورت میں یہ ہر روز کے سامان خوشی جو نیچر ہمارے چاروں طرف مہیا کر رہی ہے۔ اور حسن اور احسان سے ہمیں مرہون منت کر رہی ہے! اسکے لئے ہم کس کی تعریف کریں۔ اور کس کے شکرگزار ہوں۔ اگر تشکر و امتنان ایک طبعی فعل ہے تو پھر اس وجود کا تلاش کرنا بھی ایک

طبعی فعل ہے۔ جس کے لئے یہ شکر و امتنان ہم محسوس کریں۔ کیا ہم اس بیجان کی تعریف کیا کریں۔ اور اسکے شکرگزار ہوا کریں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہم فطرت کے خلاف کرینگے۔ ہم تو ایک ذی روح ذی عقل کو دیکھنا چاہتے ہیں جو ہماری تعریف اور تشکر کو لے سکے۔ یہ ایک طبعی خواہش ہم میں بھی ہے۔ ہماری فطرت اظہار شکریہ کے لئے اس ذی حیات۔ ذی عقل محسن کی تلاش میں رہتی ہے۔ جس کے ذریعے ہمیں راحت یا فائدہ پہنچا ہے۔ حضرت محمد صلعم پر خدا کی برکتیں ہوں۔ جس پر فطرت انسانی کے یہ رموز ظاہر ہوئے۔ اس انسانی فطرت کو زیر بحث رکھکر کلام الٰہی شروع ہوتا ہے۔ وہ اس حسن و احسان کی طرف اشارہ کرکے جو کائنات کے ذرہ ذرہ میں نظر آرہا ہے۔ ہمارے جذبہ تعریف و تشکر کو اپیل کرتا ہے۔ جس کا اظہار ضرور کوئی الفاظ چاہتا ہے۔ اور یہ اظہار اسی کے حق میں اس کا جو اصل منبع و اس حسن و احسان کا ہے۔ یعنی الحمد للہ رب العلمین۔ ساری تعریفوں و ساری شکرگذاریوں کا مستحق وہ اللہ ہے جو تمام کائنات کو جس کے ساتھ ہماری احتیاج و ہماری راحتیں وابستہ ہیں پیدا کرتا ہے انہیں قائم رکھتا ہے۔ ان کی پرورش کرتا ہے۔ اور ان کو تا بحد کمال پہنچاتا ہے ✚

دہریوں کیلئے ایک دلچسپ مطالعہ

(ب)

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ

مضبوط دین ہی فطرت ہے۔ جس پر انسان کو اللہ تعالے نے پیدا کیا

صحیفۂ قدرت میں ایک بات بڑی عجیب نظر آتی ہے۔ کہ جس کے دیکھے بغیر ایک معمولی نگاہ کا انسان بھی نہیں رہ سکتا۔ ہر ایک چیز جو کائنات میں ہے وہ ہر منٹ ترقی کی طرف جارہی ہے لیکن اس ترقی حاصل کرنے کے لئے ہر ایک چیز کے لئے ایک قاعدہ مقررہ ہے۔ گویا ہر ایک چیز کی

ترقی ایک نہ ایک قانون سے وابستہ ہے۔ کوئی چیز نہیں جو دوسری اشیاء دنیا کے لئے ایک نہ ایک رنگ میں مفید نہ ہو۔ لیکن اس کا یہ مفاد بھی اسی وقت ظاہر ہوتا ہے۔ جب وہ کسی طریق یا راستے پر چلے۔ گویا کسی چیز کا افادہ بھی کسی قانون کی اطاعت میں ہی ہوتا ہے۔ جس قانون کے خلاف کرنا موجب نقصان و تباہی ہو جاتا ہے۔ ہر روز سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ ایک مقرر راستہ پر وہ چل رہا ہے۔ جس میں ذرا بھی تفاوت واقع نہیں ہوتی۔ تمام نظام شمسی کو دیکھ لو۔ کرۂ ہوائی کو دیکھ لو۔ زمین و مافیہا کو دیکھ لو۔ ہر چیز گو رُو بہ ترقی ہے لیکن ایک ایک قانون سے وابستہ ہے۔ دن اور رات بھی مقرر اوقات کا لحاظ کر لیتے ہیں۔ اور یہ ممکن نہیں۔ کہ کبھی دن اور رات دن کی حدود میں تجاوز کرے۔ اسی طرح چاند اور دوسرے سیارے بھی اپنے اپنے مقررہ طریقوں پر چل رہے ہیں۔ اور اس حقیقت کی طرف قرآن کریم نے الفاظ ذیل میں اشارہ کیا ہے:-

وآیۃ لھم الیل نسلخ منہ النھار فاذا ھم مظلمون۔ والشمس تجری لمستقر لھا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم۔ والقمر قدرنٰہ منازل حتّٰی عاد کالعرجون القدیم۔ لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار۔ وکل فی فلک یسبحون +

کل فی فلک یسبحون۔ ہر ایک چیز ایک مقررہ دائرہ کے اُوپر چل رہی ہے کیا صداقت بھرے الفاظ ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ ایک مقررہ راستہ اپنے سامنے رکھتا ہے۔ ایک مقررہ قانون کا پیرو ہے۔ کیا مجال کہ وہ اس قوانین سے ایک ذرہ بھر اِدھر اُدھر ہو جائے۔ اسی قانون کی طاقت ہے۔ کہ متضاد الحال چیزیں ہم آہنگ ہو کر اپنے اپنے فرائض کو ادا کر رہی۔ اور ایک دوسرے کے لئے موجب ہلاکت نہیں ہوتیں۔ اسی بات نے بے ترتیب مادہ میں سے ایک مُرتّب دُنیا پیدا کر رکھی ہے۔ یہی امر کل علمی تحقیقات کی جڑ ہے۔

سائنس نہ کوئی چیز پیدا کرتی ہے۔ نہ کوئی قانون بتاتی ہے۔ یہ تو ان قوانین کو دریافت کرتی ہے۔ جن پر قواء فطریہ چل رہے ہیں۔ اگر یہ قانون لاتبدیل نہ ہوتے۔ اگر ذرات عالم ان قوانین کی کامل پیروی نہ کرتے۔ تو پھر نہ کوئی قانون ہوتا۔ اور نہ اس کے دریافت پر سائنس کی کوئی نتائج پیدا ہوتی +

کیا اس تمام نظام سے ایک تدبیر آتی ہے؟ یا مادہ کے مختلف اجزاء نے اپنے آپ کو ایکدوسرے کے مناسب حال کر رکھا ہے؟ اس بحث میں شاید پڑنے کی ضرورت نہیں۔ غور طلب امر یہ ہے۔ کہ تمام کے تمام صحیفۂ قدرت کسی مقررہ راستے پر قائم ہے یا نہیں؟ کیا مادہ پر کوئی قانون حکمران ہے یا نہیں؟ اگر تو مادہ کی ارتقائے ترتیب۔ اچانک طریق پر ہوتی تو شاید یہ سمجھ آجاتی۔ کہ مادہ نے بے ترتیبی میں مختلف پہلو اختیار کرکے اپنی مختلف حصص کو ایکدوسرے کے مناسب حال کرلیا ہے اور کسی مناسبت سے انسان نے ایک قانون سمجھ لیا ہے لیکن جو جو سائنس تحقیقات کرتی ہے وہ مادہ کے نشوونما کو ہر رنگ میں ایک نظام ایک ترتیب ایک قاعدہ کے ماتحت پاتی ہے۔ جو اٹل اور لاتبدیل ہیں مادہ در اصل سائنس بھی قاعدہ ترتیب یا نظام کے دریافت کرنے کا نام ہے مگر قانون کا وجود علم و ادراک کے وجود کو چاہتا ہے۔ قانون ہی مادہ پر مُقدّم ہے یعنی مادہ سے پہلے پیدا شدہ معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے ضرور ہے کہ قانون کسی ایسے سرچشمہ سے نکلا ہے۔ جو صاحب تدبیر و ارادہ ہو۔ اگر تو قانون پر مادہ مقدم ہے تو یہ سمجھ آسکتی ہے کہ مادہ کی مختلف اجزا کی باہمی مناسبت سے قانون پیدا ہوا لیکن اگر مادہ کے ہر ذرہ پر قانون حکمران ہے اور مادہ اسکی اطاعت کرتا ہے۔ تو یہ ماننا پڑیگا۔ کہ مادہ کی ارتقا کے لئے حرکت کرنے سے پہلے قانون موجود تھا۔ اور اگر قانون ہے تو پھر قانون بنانیوالا کوئی ذیعقل ذی ارادہ وجود ہونا چاہئے۔ مادہ میں بذات خود نہ ارادہ ہے نہ عقل ہے۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ مادہ سے خارج کوئی ان طاقتوں کا مالک وجود ہو

اس موقع پر میں چند فقرات ہندوستان کے ایک عظیم الشان عالم کی زبانی یعنی عالیحضرت جناب مرزا غلام صاحب قادیانی کی کتاب ٹیچنگز آف اسلام سے اقتباس

کرتا ہوں جسمیں آپنے نہایت عمدہ پیرایہ میں خدا کی ہستی کا ثبوت دیا +

" اگر ان کا درپردہ کوئی مدبر نہ ہو تو یہ تمام سلسلہ درہم ہو جائے - یہ دلیل ہیئت پر غور کرنیوالوں کے لئے نہایت فائدہ بخش ہے - کیونکہ اجرام فلکی کے اتنے بڑے عظیم الشان اور بیشمار گولے ہیں جن کے تھوڑے سے بگاڑ سے دنیا تباہ ہو سکتی ہے کیسی قدرت حق ہے کہ وہ آپسمیں نہ ٹکراتے ہیں نہ بال بھر رفتار بدلتے اور نہ اتنی مدت تک کام دینے سے کچھ گھسے اور ان کی کلوں پرزوں میں کچھ فرق آیا - اگر سر پر کوئی محافظ نہیں تو کیونکر اتنا بڑا کارخانہ بیشمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے انہیں حکمتوں کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالےٰ دوسرے مقام میں فرماتا ہے افی اللہ شک فاطر السموات والارض یعنی کیا خدا کے وجود میں شک ہو سکتا ہے - جس نے ایسے آسمان اور ایسی زمین بنائی ہے " +

عمل میں آزادی

اور

قرآن کریم کا حکم

ذیل میں خلاصہ اس خطبہ کا ہے جو عید الفطر ۱۹۱۳ء کے دن کنگسٹن ہال لندن میں پڑھا گیا +

افمن یمشی مکبا علی وجہہ اھدی - امن یمشی سویا علی صراط مستقیم - قل ھو الذی انشاء کم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون **ترجمہ** - کیا وہ جو زمین کی طرف سر جھکائے چلتا ہے - اسکے برابر ہے جو سر اٹھائے سیدھے راہ پر جا رہا ہے - (ان لوگوں) کو کہدو کہ تم کو پیدا کر کے کان آنکھ اور دل دیا گیا ہے لیکن تم میں سے بہت تھوڑے انکی قدر کرتے ہیں +

کیا ہی سادہ اور کیا ہی پر معنی الفاظ ہیں - کس تصریح اور وضاحت سے ان میں انسانی زندگی کے فلسفہ کو بیان کیا ہے - انسان میں آزادئ عمل اور آزادئ رائے کی ضرورت کو ایک تمثیلی رنگ میں ثابت کرنے کے لئے عالم حیوانات سے کیا ہی پیارا استدلال کیا ہے

ایک طرف تو وہ جاندار ہے جو گردن اُٹھائے سیدھا چلتا ہے۔ سامنے دیکھتا ہے۔ اور بطور نتیجہ طبعاً وسیع نظر والا اور آزاد واقع ہوا ہے۔ دوسرا جاندار سر جھکائے زمین کی طرف جھکا ہوا چلتا ہے۔ اسکی نظر اپنے قدموں تک محدود ہوتی ہے۔ گو دوسرے کے قابو میں ہے اور اپنے قدموں سے آگے دیکھنے کے لئے دوسرے کا محتاج ہے یعنی ایک تو طبعاً اپنی خواہش کا پیرو اور آزاد ہے۔ دوسرا ضرورتاً پابہ قیود دوسرے کا دست نگر ہے۔ انسان اور حیوان میں یہی ایک تفریق ہے اور آیت بالا میں انسان اور حیوان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہی انسان کا امتیازی نشان ہے یہی آزادی اس کا جوہر ہے جس انسان میں یہ آزادی نہیں۔ اس نے گویا اپنی انسانیت کا امتیازی نشان کھو دیا وہ حیوانیت کے زیادہ قریب ہے۔ بلکہ ایک رنگ میں حیوان سے بدتر ہے۔ خدا نے اُسے حیوان سے گو ممتاز بنایا لیکن اس نے اپنے خداوند کی ناشکر گذاری کی۔ اور اپنے امتیازی نشان کو پھینکدیا۔ اسی لئے فرمایا۔ وجعل لکم السمع والابصار والافئدة قلیلاً ما تشکرون یعنی اے انسان تجھ کو میں نے آنکھ۔ کان اور دل دیا۔ دراصل یہی تین اعضاء علوم حاصل کرنے اور ان پر محاکمہ کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں۔ آنکھ اور کان سے بہت سا علم خارجی دنیا سے انسان حاصل کرتا ہے۔ اور دل اُس پر محاکمہ کر کے انسان کے مختلف اعمال کا باعث ہو جاتا ہے۔ خدا کی کتاب ہمیں اس خدا کے فعل کی طرف مخاطب کرتی ہے کہ اے انسان خدا نے تجھے آنکھ دی۔ اور حیوان کو بھی آنکھ دی لیکن حیوان کی آنکھ اپنے قدموں سے آگے نہیں دیکھ سکتی کیونکہ وہ مکباً علیٰ وجھہ ہے۔ اس کا سر نیچے زمین کو جھکا ہوا ہے لیکن تیرا سر اونچا ہے اسلئے تیری آنکھ دُور تک دیکھ سکتی ہے حیوان اس حیثیت کذائی سے اپنے راستہ کا بُرا یا بھلا نہیں دیکھ سکتا لیکن تو دیکھ سکتا ہے۔ اسلئے حیوان کو راہ راست پر چلانے کیلئے ضروری ہے کہ اسکا رسّہ دوسرے کے ہاتھ ہو لیکن قدرت نے تیری گردن کی بناوٹ میں اشارہ کر دیا ہے کہ تیرا رسہ تیرے ہاتھ میں ہونا چاہیئے لیکن قلیلا ما تشکرون۔ تم میں بہت تھوڑے اپنی اس خلقت کی قدر کرتے ہیں۔ اور اپنی باگ دوسرے کے حوالے کر کے عملی ناشکر گذاری کرتے ہیں۔ یہ ایک بڑا کفران نعمت ہے اس کا اثر

انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی پر نہایت ہی زہریلا ہوتا ہے۔ اس کا اثر نیک ہو یا بد خدائے لایزال کی ہستی پر کچھ بھی نہیں۔ بلکہ انسان ہی اس کے نتائج بھگتتا ہے جیسا کہ فرمایا۔

ومن یشکر فلنفسہ ومن کفر فعلیھا

اس کفران نعمت اور شکران کا نتیجہ بد و نیک ہر حالت میں انسان ہی پر ہے۔ خداوند کریم حکیم اور علیم ہے۔ دنیاوی بادشاہوں کی مانند وہ زبانی جمع خرچ پر راضی نہیں ہوتا۔ اسکی رضا بھی حکمت اور علم پر مبنی ہے۔ اس نے سُننے کو کان دیئے۔ دیکھنے کو آنکھیں دیں۔ سوچنے کو دل و دماغ دیئے کیا ہی بدبخت ہے وہ انسان جو اپنی طاقتوں کو عدم استعمال سے ضائع کر دیتا ہے۔ پھر وہ اسباب کا محتاج ہو جاتا ہے۔ کہ کسی اور کی آنکھ سے دیکھے کسی اور کے کان سے سُنے۔ اور کسی غیر کے دل و دماغ سے سوچے۔ وہ خدا کی حکمت اور علم سے عملاً انکار کرتا ہے جس نے اپنی حکمت کے اقتضاء سے اس کا سر اس کے کندھوں پر سیدھا رکھا۔ اُسے بصیرت دی۔ اور اسکے سامنے ایک وسیع میدان اس کا جولانگاہ بنایا +

مسلمان کے لئے سبق

کیا قرآن کریم کی آیات محض تلاوت کیلئے اُتریں۔ کیا ان میں تمہارے لئے کوئی سبق نہیں۔ اگر یہ آیات تمہارے دلوں کو اپیل نہیں کرتیں۔ تو میں ڈرتا ہوں۔ کہ تمہارے ایمان معرض خطر میں ہیں۔ ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عمل اور رائے میں آزادی انسان کا جوہر اور اس کا طبعی خاصہ ہے تم نے جب سے اپنی اس آزادی کو کھویا۔ دن بدن ذلت کی طرف جھکتے گئے۔ اور آخر الامر اس ذلت کو دیکھا جو آج تمہاری گردن پر سوار ہے۔ عیسائی دنیا کو دیکھو۔ کن کن قیود میں گرفتار تھی۔ پھر کس کس ذلت میں گرفتار رہی۔ گذشتہ صدی کی حالت پر غور کرو۔ کیا تہذیب کی قلت۔ کیا اخلاق جمیلہ کی کمی۔ کیا انسانیت سے گری ہوئی خواہشوں کی پیروی تھی۔ کیا تم ان کے اخلاق کی۔ انکی تہذیب کی اقتداء کروگے۔ اپنی رائے اور عقل کو کام میں لاؤ۔ اندھوں کی طرح کسی کی پیروی نہ کرو۔ خدارا سب قیود کو توڑ دو اس غلامی سے آزاد ہو جاؤ۔ انسانیت یعنے آزادی کا جامہ پہن لو۔ اور عمل اور رائے میں دوسرے کی غلامی کے ذلیل لباس کو اُتار دو۔ پھر اس وقت تم انسان ہو گے +

اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ووکنگ انگلستان لنڈن

قیمت سالانہ سات روپے (معہ)

اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام

قیمت سالانہ تین روپے (۳)

ایڈیٹرز - خواجہ کمال الدین صاحب بی - اے - ایل - ایل بی مولوی صدرالدین صاحب بی - اے بی - ٹی مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرف کرانے کا محتاج نہیں - صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اسوقت ہی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں اسکا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا متکفل ہو جاتا ہے - اگر برادران ملت کوشش کرکے انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کردیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ کے اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو - اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کردینگے کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں ایسے نہیں؟

دوستو ! اٹھو ! جاگو ! وقت کو غنیمت سمجھو ! اسلامک ریویو ہی ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے - اور بفضلہ تعالیٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اسکو مضبوط کرنے کی کوشش کرو - اور اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل پاؤ - **والسلام** -

نوٹ : ہر دو کا نمونہ ۲/ کے ٹکٹ پر مفت ارسال خدمت کیا جائیگا - کل درخواستہا خریداری پتہ ذیل پر آنی چاہئیں

المشتہر خواجہ عبدالغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

حضرت خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری حال ووکنگ انگلستان کی بے نظیر تصنیفات

خطبات غزنیہ قیمت فی خطبہ ۲؍ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو ومسلم انڈیا ووکنگ انگلستان۔ یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لنڈن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کے لئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرکے چھاپے گئے جو ذیل میں درج ہیں:

(۱) سلسلہ خطبات غزنیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) " " توحید۔ دعا۔ تصوف
(۳) " خطبات عیدین۔
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب۔
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب۔
(۶) حقوق نسوان۔

نوٹ: مکمل سٹ چھ عدد خطبات۔ مجلد عہ۔ بے جلد یک روپیہ (عہ)

ماہ رمضان المبارک کے آخری یوم تک
رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ جلدوں میں رعایت

جلد سنہ ۱۹۱۴ء ۶ پرچے قیمت ۹؍	جلد اول سنہ ۱۹۱۵ء ۱۱ پرچے قیمت ۲؍	جلد دوم سنہ ۱۹۱۶ء ۱۲ پرچے قیمت ۲؍	جلد سوم سنہ ۱۹۱۷ء ۱۰ پرچے قیمت ۲؍	جلد چہارم سنہ ۱۹۱۸ء ۱۱ پرچے قیمت ۲؍

مروارید ثلاثہ: یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں قیمت مجلد ۲؍

براہین نیرہ حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل الہام)۔ اس میں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن خاتم اور ناطق ایک الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب۔ تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں .... **قیمت** ۱۲؍

ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ اور ابتداء میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ **قیمت** ۱۲؍

اسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی):۔ اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کرچکی ہے۔ اسکو پڑھکر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ **قیمت** ۸؍

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور